ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

ماہنامہ

محدث

لاہور
پاکستان

381 | مارچ 2018

مدیر اعلیٰ
ڈاکٹر حافظ عبد الرحمن مدنی

مدیر
ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

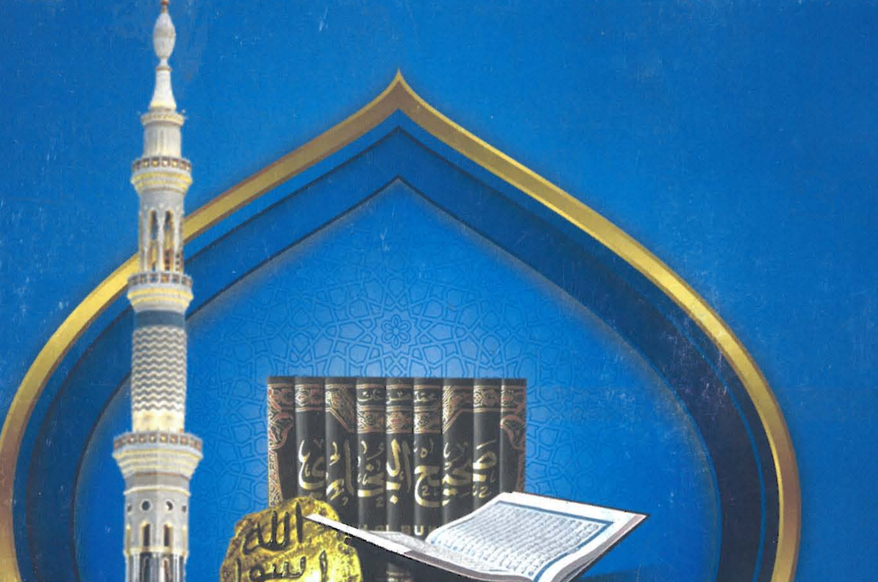

4 اسلام آباد ہائیکورٹ میں مقدمہ ختم نبوت
26 دورِ جدید کا حدیثی لٹریچر؛ ایک تعارفی جائزہ
41 تشہدِ صلوٰۃ میں انگشتِ شہادت سے حرکت کی کیفیت
57 کیا حائضہ عورت قرآنِ مجید کی تلاوت کر سکتی ہے؟

جامعۃ لاہور الاسلامیۃ

ISLAMIC RESEARCH COUNCIL

مجلس التحقیق الاسلامی

تبلیغ دین کے لیے مجلس التحقیق الاسلامی کی عظیم الشان

ویب سائٹس

زیرسرپرستی	زیرنگرانی	علمی معاونت	فنی معاونت
ڈاکٹر حافظ عبدالرحمن مدنی	ڈاکٹر حافظ انس نضر	قاری مصطفیٰ راسخ	انجینئر محمد شاکر اعو
ڈاکٹر حافظ حسن مدنی	ڈاکٹر حافظ حمزہ مدنی	قاری خضر حیات	انجینئر عمیر حسن ر

محدث
Mohaddis.com
محدث لائبریری
Kitabosunnat.com
محدث فتویٰ
UrduFatwa.com
محدث میگزین
Magazine.Mohaddis.com
محدث فورم
Forum.Mohaddis.com

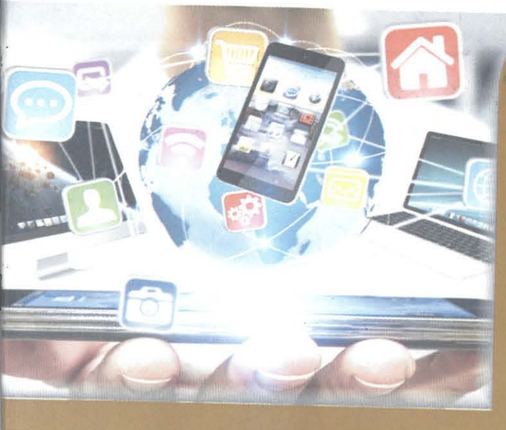

خصوصیات

- اسلامی کتب، مضامین اور فتاویٰ کے لیے مقبول ترین اور روزانہ اپڈیٹ ہونے والی ویب سائٹس۔
- اسلامی لٹریچر اور شرعی مسائل کے لیے دنیا بھر سے ملنے والے مطالبوں کی تکمیل
- یومیہ مناسبت کے مطابق خصوصی مضامین
- تمام ویب سائٹس اردو زبان میں
- تمام ویب سائٹس پر تبصرے وجائزے اور تاثرات وشماریات کی سہولت

یومیہ 25000 وزیٹر
ہر لمحہ 3000 قارئین

جاری پروگرام

محدث
Mohaddis.com
احادیث نبویہ کا عظیم ذخیرہ، ترجمہ اور تحقیق وتخریج کی سہولت کے ساتھ

محدث لائبریری
Kitabosunnat.com
- یومیہ 3 کتب کا اضافہ (PDF)
- حالات کی مناسبت سے اہم مضامین

محدث فتویٰ
UrduFatwa.com
- تمام سلفی مطبوعہ فتاویٰ جات کی اپ
(نئے پیش آمدہ مسائل کے فوری جوا

محدث میگزین
Magazine.Mohaddis.com
47 سال کے مطبوعہ تمام شمارے
(Unicode / PDF)

محدث فورم
Forum.Mohaddis.com
موضوعات: 34,261 ترسیلات: 357
اراکین: 4930

مستقبل کے منصوبے

- محدث یونیکوڈ لائبریری
- محدث بلڈ بنک
- محدث آڈیو، ویڈیو سیکشن
- رسائل وجرائد سیکشن

ماہانہ اخراجات سوا تین لاکھ روپے

زیراہتمام: مجلس التحقیق الاسلامی 99-J ماڈل ٹاؤن، لاہور
bile:+92 322 7222288
snazar99@gmail.com
unt: kitabosunnat.com, 0093-01875659, Bank AlFalah, Urdu Bazar, Lahore Swift Code: ALFPKKA093

ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

ماہنامہ مُحدِّث لاہور پاکستان

مدیر اعلیٰ

ڈاکٹر حافظ عبد الرحمٰن مدنی حفظہ اللہ

مدیر

ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

جلد 49 | مارچ 2018ء / رجب المرجب 1439ھ | عدد 01

مجلس مشاورت

حافظ صلاح الدین یوسف ■ ڈاکٹر محمد حماد لکھوی ■ ڈاکٹر محمد اسحاق زاہد

■ ڈاکٹر حافظ انس مدنی ■ ڈاکٹر حافظ حمزہ مدنی ■ ڈاکٹر حافظ محمد زبیر

فہرست مضامین

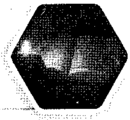

فکر و نظر — ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

اسلام آباد ہائیکورٹ میں مقدّمہ ختم نبوت 4

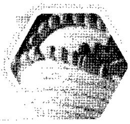

حدیث و سنت — سمیع اللہ سعدی

دورِ جدید کا حدیثی لٹریچر؛ ایک تعارفی جائزہ 26

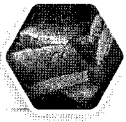

فقہ و اجتہاد — قاری محمد مصطفی راسخ

تشہدِ صلوۃ میں انگشتِ شہادت سے حرکت کی کیفیت 41

فقہ و اجتہاد — حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

کیا حائضہ عورت قرآنِ مجید کی تلاوت کر سکتی ہے؟ 57

ترسیل

محمد اصغر 0305 4600861

زر سالانہ =/300 روپے

فی شمارہ =/60 روپے

بیرون ملک

زر سالانہ =/20 ڈالر

فی شمارہ =/4 ڈالر

Monthly Muhaddis

A/c No: 984-8

UBL-Model Town

Bank Squre Market, Lahore.

دفتر کا پتہ

99 جے، ماڈل ٹاؤن، لاہور 54700

042-35866396, 35866476

Email:

Mohaddislhr@gmail.com

Publisher:

Hafiz Abdur Rahman Madni

Printer:

Shirkat Printing Press, Lahore

Islamic Research Council

مُحدّث کتاب وسنّت کی روشنی میں آزادانہ بحث وتحقیق کا حامی ہے، ادارہ کا مضمون نگار حضرات سے کلی اتفاق ضروری نہیں!

اسلام آباد ہائیکورٹ میں مقدمہ ختم نبوت

مختصر فیصلہ پر ایک نظر اور قادیانی ارتداد کی حقیقت

'انتخابی اصلاحات بل ۲۰۱۷ء' کے ذریعے ختم نبوت ﷺ کے متعلق شق میں ترمیم کے خلاف اسلام آباد ہائیکورٹ میں مولانا محمد یونس قریشی[1]، مولانا ڈاکٹر سید طیب الرحمن زیدی اور مولانا فضل الرحمن مدنی وغیرہ نے مؤرخہ ۸؍نومبر ۲۰۱۷ء کو آئینی رٹ پٹیشن نمبر ۳۸۴۷ دائر کی۔ جس میں ختم نبوت کے متعلق حلف نامے کو فوری طور پر اصل حالت میں بحال کرنے، راجہ ظفر الحق کی سربراہی میں قائم کی گئی تین رکنی تحقیقاتی کمیٹی کی رپورٹ کو پبلک کرنے اور وفاقی وزیر قانون زاہد حامد، وزیر قانون پنجاب رانا ثناء اللہ اور وفاقی وزیر آئی ٹی انوشہ رحمٰن کے خلاف قانون کے مطابق سخت ترین کاروائی کرنے کی درخواست کرتے ہوئے اس ترمیم کے ذمہ داروں کے تعین، ان کے خلاف کاروائی کے لئے 'آزاد جوڈیشل کمیشن' قائم کرنے اور سینیٹر راجہ ظفر الحق کی رپورٹ کو پبلک کرنے کی استدعا کی گئی۔ مذکورہ پٹیشن میں موقف اختیار کیا گیا کہ

> "وفاقی حکومت نے 'انتخابی اصلاحات بل ۲۰۱۷ء' میں ترمیم کے ذریعے کاغذاتِ نامزدگی میں ختم نبوت ﷺ پر یقین کے متعلق حلف نامہ کو اقرار نامہ میں تبدیل کیا۔ ختم نبوت کے متعلق شق میں ترمیم آئین پاکستان کی روح کے خلاف ہے۔ وفاقی حکومت نے انتخابی اصلاحات بل کے ذریعے ختم نبوت کے متعلق شق میں ترمیم کر کے عوام اور حکومت و اپوزیشن سے تعلق رکھنے والے تمام ارکانِ اسمبلی کو دھوکہ دیا۔ انتخابی اصلاحات بل ۲۰۱۷ء چونکہ انگریزی میں تھا اور ارکانِ پارلیمنٹ کی اکثریت انگریزی سے نابلد ہے، اس لئے حکومت انتخابی اصلاحات بل کی آڑ میں ختم نبوت کے متعلق شق میں ترمیم کرنے میں کامیاب ہوئی۔ ختم نبوت کے متعلق شق میں ترمیم غلطی سے نہیں بلکہ ایک سازش کے تحت باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت کی گئی۔ ختم نبوت کے متعلق شق میں ترمیم کی سازش اعلیٰ عوامی عہدوں پر فائز مضبوط قادیانی لابی نے کی۔ وفاقی سیکرٹری قانون اور سینئر لیجسلیٹو ایڈوائزر آئین پاکستان کو جانتے ہوئے، جان بوجھ کر ختم نبوت کے متعلق شق میں ترمیم کی سازش کا حصہ

---

[1] خطیب جامع مسجد الفرقان اہل حدیث، اسلام آباد

بنے۔ ختم نبوت کے متعلق شق میں ترمیم کوئی معمولی اقدام نہیں بلکہ سنگین ترین کریمنل جرم ہے۔ ختم نبوت کے متعلق شق میں ترمیم کے جرم کا ارتکاب کرکے ارکانِ پارلیمنٹ کی اکثریت، کابینہ کے ارکان اور پوری قوم کو نہ صرف تکلیف پہنچائی گئی بلکہ اُنہیں دھوکہ بھی دیا گیا۔''

پٹیشن میں یہ بھی ذکر کیا گیا کہ

''ختم نبوت کے متعلق شق میں ترمیم کا معاملہ منظر عام پر آنے کے بعد صدر مسلم لیگ نون میاں محمد نواز شریف نے بلا تاخیر ہدایت جاری کی کہ ختم نبوت کے متعلق شق کو اصل حالت میں بحال کرنے کے لئے ترمیمی بل پارلیمنٹ میں لایا جائے اور مذکورہ شق کو فوری طور پر بحال کیا جائے۔ وزیر قانون پنجاب رانا ثناء اللہ نے بیان دیا کہ (نعوذ باللہ) قادیانی بھی مسلمان ہیں، وہ تمام شعائر اسلام کا خیال کرتے ہیں، وہ بھی مسلمانوں کی طرح پانچ وقت نماز پڑھتے ہیں، روزے رکھتے ہیں۔ رانا ثناء اللہ سے قبل میاں نواز شریف بھی قادیانیوں کے حق میں بیان دے چکے ہیں۔ رانا ثناء اللہ وزیر قانون ہیں مگر افسوس کہ اُنہیں آئین و قانون کا کوئی علم نہیں۔ ۷/اکتوبر کو صدر مسلم لیگ نواز میاں محمد نواز شریف نے سینٹ میں پارلیمانی لیڈر راجہ ظفر الحق کی سربراہی میں ختم نبوت کے متعلق شق میں ترمیم کے خلاف تحقیقات کے لئے تین رکنی کمیٹی قائم کی۔ تحقیقاتی کمیٹی میں وفاقی وزیر داخلہ احسن اقبال اور وفاقی وزیر ماحولیات مشاہد اللہ خان بھی شامل تھے۔ میڈیا رپورٹس کے مطابق میاں محمد نواز شریف کو پیش کردہ رپورٹ میں راجہ ظفر الحق نے قرار دیا ہے کہ ختم نبوت کے متعلق شق میں ترمیم جان بوجھ کر کی گئی۔ وزیر اعلیٰ پنجاب شہباز شریف نے بھی اپنے بھائی نواز شریف سے مطالبہ کیا ہے کہ ختم نبوت کے متعلق شق میں ترمیم کے ذمہ داروں کے خلاف نہ صرف کاروائی کریں بلکہ اُنہیں حکومت سے بھی نکال دیں۔''

''نواز شریف کی ہدایت پر قائم ہونی والی تحقیقاتی کمیٹی کی رپورٹ پبلک نہیں کی گئی۔ نواز شریف کے حکم پر قائم کی گئی تحقیقاتی کمیٹی سے حقائق کی بنیاد پر شفاف و غیر جانبدار رپورٹ کی توقع نہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ عدالتِ عالیہ ختم نبوت کے متعلق شق میں ترمیم کے خلاف تحقیقات کے لئے آزاد و خود مختار جوڈیشل کمیشن قائم کرے۔ جوڈیشل کمیشن کے ذریعے تحقیقات ہونی چاہیئے کہ ختم نبوت کے متعلق شق میں ترمیم کی سازش کے پیچھے کیا محرکات ہیں اور کون لوگ اس کے ذمہ دار ہیں؟ اس لئے کہ ختم نبوت کے متعلق شق میں ترمیم کے خلاف ملک بھر میں تحریک کا آغاز ہو چکا ہے۔ ختم نبوت کے متعلق شق میں ترمیم سے پوری پاکستانی قوم کے جذبات مجروح ہوئے ہیں۔ اگر اس معاملے

کی تحقیقات کر کے ذمہ داروں کو سزا نہ دی گئی تو ملک میں امن وامان کا شدید مسئلہ پیدا ہو سکتا ہے۔"

اس پٹیشن کے چند روز بعد مولانا اللہ وسایا صاحب (مرکزی رہنما عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، ملتان) نے مؤرخہ ۱۳/ نومبر ۲۰۱۷ء کو رٹ پٹیشن ۳۸۶۲ دائر کر دی، پھر 'تحریکِ لبیک یا رسول اللہ' (پٹیشن نمبر ۳۸۹۶ مؤرخہ ۱۴/ نومبر ۲۰۱۷ء) اور سول سوسائٹی کی آئینی درخواستیں بھی عدالت کو موصول ہوئیں۔ اس پٹیشن کی سماعت کی ذمہ داری جناب جسٹس شوکت عزیز صدیقی کے سپرد کی گئی جو اسلام آباد ہائیکورٹ کے سینئر ترین جج ہیں، اور حال ہی میں توہین رسالت بلاگرز کیس کی سماعت اور اس میں شاندار فیصلہ سنا چکے ہیں[۱]۔ آپ نے ہی گذشتہ سال ۱۳/ فروری ۲۰۱۷ء کو اسلام آباد کے شہری عبد الوحید کی درخواست پر میڈیا کے ذریعے فحاشی کو فروغ دینے والے ویلنٹائن ڈے کو فروغ دینے پر پابندی لگائی تھی جو نظریہ پاکستان کے تقاضوں کے مطابق پاکستانی معاشرے میں خیر وبھلائی کے فروغ کا اہم سبب بنی اور فی الوقت پاکستان بھر میں نافذ العمل ہے۔

پٹیشن کی سماعت ۱۴/ نومبر ۲۰۱۷ء سے شروع ہوئی، پہلی سماعتوں کے دوران ہی حکومت پر پڑنے والے دباؤ کے بعد، ایک طرف ۱۶/ نومبر کو پارلیمنٹ میں پہلے سے بہتر نیا بل لایا گیا[۲] اور دوسری طرف وفاقی وزیر قانون زاہد حامد نے ۲۷ نومبر کو استعفیٰ دے دیا[۳]۔ چونکہ عدالت میں دائر کی جانے والی درخواستوں میں اس ترمیم کے مضمرات اور اثرات کے ساتھ راجہ ظفر الحق رپورٹ کو عام کرنے کا مطالبہ بھی کیا گیا تھا، اس لئے عدالتِ عالیہ نے اپنی سماعت جاری رکھی۔ آخر ۲۰ ویں سماعت پر مؤرخہ ۹/ مارچ ۲۰۱۸ء کو اس کا مختصر فیصلہ سامنے آیا، جبکہ مفصل فیصلہ عنقریب متوقع ہے[۴]۔ مختصر عدالتی فیصلہ کا ملک بھر میں بڑی خوش دلی سے خیر مقدم کیا گیا، اور اسلامیانِ پاکستان میں مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ ۱۹۷۴ء میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے بعد جن قانونی اقدامات کی فوری ضرورت تھی، ان کی جزوی تکمیل تو 'امتناع قادیانیت آرڈیننس ۱۹۸۴ء' میں کی گئی، لیکن ۳۴ برس بعد حالیہ فیصلہ میں اس ترمیم کی جامع تشریح اور اس کے وسیع تر تقاضوں کو پورا کیا گیا۔ تحریک ختم نبوت کے حوالے سے یہ فیصلہ چوتھا اہم سنگ میل ہے جس کے ذریعے قادیانیوں کے لئے دھوکہ دہی اور مسلمانوں میں گھس کر، اسلام اور پاکستان کی جڑیں کاٹنے کے مذموم عمل کا سدباب کیا گیا ہے۔

---

۱ اس کیس کی پوری تفصیل اور فیصلہ کے مکمل اردو متن کے لئے دیکھئے: ناموس رسالت؛ اعلیٰ عدالتی فیصلہ از جسٹس شوکت عزیز صدیقی، ص ۷۴ تا ۲۲۲، مرتب: سلیم منصور خالد، ناشر: منشورات، لاہور، نومبر ۲۰۱۷ء

۲ ان قانونی وعدالتی مراحل کی تفصیل کے لئے دیکھیں: ماہنامہ 'لولاک' ملتان، مئی ۲۰۱۸ء: ص ۲۳ تا ۴۶، خطاب: مولانا اللہ وسایا

۳ https://www.bbc.com/urdu/pakistan-42019144

۴ ۴ جولائی کو ۱۷۲ صفحات پر مشتمل مفصل فیصلہ سامنے آ گیا جس کا اُردو ترجمہ کر کے شائع کیا جائے گا۔

اسلام آباد ہائی کورٹ کا مختصر، مگر تاریخی فیصلہ

پاکستان میں دفاع ختم نبوت کی تحریک کے اہم مرحلے درج ذیل ہیں:

* قیامِ پاکستان کے بعد ہی ۱۹۵۳ء میں ملک گیر سطح پر ختم نبوت کی عوامی آگاہی کی تحریک چلائی گئی۔
* دستور ۱۹۷۳ء کے سال بعد ہی ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی سے قادیانیوں کو کافر قرار دے دیا گیا۔
* ۱۹۸۴ء میں قادیانیوں کے لئے اسلام کی تبلیغ، اور بعض اسلامی اصطلاحات کا استعمال جرم قرار پایا۔
* ۱۹۹۴ء میں جسٹس عبد القدیر چودھری کی سربراہی میں سپریم کورٹ نے تاریخ ساز فیصلہ دیا۔

اور اب حالیہ فیصلے کے ذریعے دوسری دستوری ترمیم کے تقاضے پورے کرتے ہوئے قادیانیوں کے لئے دھوکہ دہی کے اہم امکانات کا خاتمہ کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ مختصر عدالتی فیصلہ میں جسٹس شوکت عزیز صدیقی نے عقیدۂ ختم نبوت کو دین اسلام کا محور قرار دیتے ہوئے یہ قرار دیا: (مختصر فیصلہ کے متن سے ماخوذ الفاظ، ملخصًا)

① شناختی کارڈ، پیدائش سرٹیفکیٹ، پاسپورٹ کے حصول اور ووٹر لسٹ میں اندراج کے لئے دستور کے آرٹیکل ۲۶۰ پر مشتمل ختم نبوت کا حلف نامہ لازمی ہے۔

② تمام سرکاری و نیم سرکاری محکموں بشمول عدلیہ، مسلح افواج، آئینی عہدوں، اعلیٰ سول سروسز میں ملازمت کے حصول / شمولیت کے لئے بھی ختم نبوت کا یہی حلف نامہ لازمی ہے۔

③ 'نادرا' کسی بھی شہری کی طرف سے اپنے درج شدہ کوائف، بالخصوص مذہب کے حوالے سے درستگی / ترمیم کی ڈیڈ لائن مقرر کرے۔

④ مقننہ / پارلیمنٹ آئین کے تقاضوں اور سپریم کورٹ و ہائیکورٹ کے سابقہ فیصلوں کو روبہ عمل لاتے ہوئے ضروری قانون سازی کرے۔ اور ایسا ترمیم و اضافہ کیا جائے جس کے بعد کسی بھی اقلیت کی طرف سے اپنی شناخت چھپانے وغیرہ کی غرض سے، مسلمانوں کی مخصوص اصطلاحات کے استعمال کی روک تھام ہو سکے۔

⑤ ریاست اپنے تمام شہریوں کے درست کوائف کے اندراج کو یقینی بناتے ہوئے کسی بھی شہری کی اصل پہچان اور شناخت کو چھپانے سے روکے اور نادرا میں قادیانیوں اور مرزائیوں کی درج شدہ تعداد اور مردم شماری کے ذریعے اکٹھے کئے گئے اعداد و شمار میں نمایاں فرق کی فوری تحقیقات کی جائیں۔

⑥ ریاست مسلمانوں کے حقوق، جذبات، اور عقائد کی حفاظت کرے اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کو یقینی بنائے۔ فیصلہ میں عدالت کے بعض اہم ریمارکس یوں ہیں:

⑦ اسٹیبلشمنٹ ڈویژن کا یہ موقف کہ سول سروس کے افسران کی مذہبی شناخت موجود نہیں ہے، ایک المیہ ہے جو آئین پاکستان کی روح اور تقاضوں کے منافی ہے۔

⑧ دیگر اقلیتوں کے برعکس قادیانی اپنے تشخص اور نام مسلمانوں جیسے اختیار کرتے ہیں، اعلیٰ اور حساس مناصب تک رسائی کے ذریعے ریاست سے فوائد سمیٹتے ہیں۔ فوری طور پر اسلامیات کی تعلیم کے لئے اُستاد کا مسلمان ہونا لازمی شرط قرار دیا جائے۔

⑨ ''جو شخص بھی خاتم المرسلین ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے، وہ جھوٹا، خائن، اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔'' اس امر کو آئین کے اعلامیہ میں [حاکمیتِ الٰہیہ کے ساتھ] پڑھا جانا چاہیے اور پارلیمان کو اس بارے میں باضابطہ اقدام کرنا چاہیے۔

⑩ ریاست ہر شہری کا مذہبی تشخص واضح کرتی ہے۔ سو مسلمان ہو کر اپنے آپ کو غیر مسلم یا غیر مسلم ہو کر مسلمان ظاہر کرنے والا ہر شہری ریاست سے دھوکہ دہی، آئین کی پامالی اور ریاست کے استحصال کا مرتکب ہے۔

⑪ جب اقلیت کا کوئی فرد اپنا اصل عقیدہ ومذہب چھپا کر فریب کاری کے ذریعے خود کو مسلمانوں کا جز ظاہر کرتا ہے تو دراصل اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور کے الفاظ اور روح کی صریح خلاف ورزی کرتا ہے۔

چیئرمین سینٹ، آرمی چیف، سپیکرز اسمبلی، تمام اراکین اسمبلی وسینٹ، چیف سیکرٹریز، اہم سرکاری عہدوں اور ملازمتوں پر ختم نبوت کا حلف نامہ ضروری کر دینے اور غلط بیانی کو ریاست سے غداری قرار دینے کے بعد قادیانیوں کا ان عہدوں پر متمکن ہونا انتہائی مشکل بلکہ ناممکن ہو گیا ہے۔ اس طرح مؤمنانہ فراست سے جسٹس صاحب نے قادیانی دھوکہ دہی اور سازش کا ہر راستہ مسدود کر دیا۔ دراصل یہ فیصلہ ۱۹۷۴ء میں پڑنے والی دستوری بنیاد کا لازمی تقاضا تھا، کیونکہ قادیانی آج تک اپنے بارے میں علمائے کرام کے متفقہ فتویٰ اور ریاست کے فیصلے کو تسلیم نہیں کرتے اور اس کے خاتمے کی جدوجہد جاری رکھے ہوئے ہیں۔ پانچ صفحات پر مشتمل اس مختصر فیصلہ کا ایک ایک لفظ ایمان افروز ہے جس کے کسی جملہ کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

عدالتی معاونت

فاضل جسٹس صاحب نے اس پٹیشن کی ساعت میں حکومتی وفوجی عہدیداران، راجہ ظفر الحق کی رپورٹ، ڈائریکٹر جنرل نادرا کے علاوہ، مسئلہ کی حساسیت کے پیش نظر چار درج ذیل علمائے کرام اور تین ممتاز قانونی ماہرین کو عدالتی معاونت کے لئے طلب کیا اور ہر دن ایک ایک معاون کے لئے مخصوص کیا گیا:

پروفیسر ڈاکٹر حافظ حسن مدنی پروفیسر ادارہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور (راقم الحروف)

پروفیسر ڈاکٹر ساجد الرحمٰن سابق نائب صدر، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

پروفیسر ڈاکٹر محسن نقوی سابق ممبر اسلامی نظریاتی کونسل، اسلام آباد
مفتی محمد حسین خلیل خیل مفتی جامعۃ الرشید، کراچی

اور بطور آئینی ماہر جناب محمد اکرم شیخ، ڈاکٹر محمد اسلم خاکی اور ڈاکٹر بابر اعوان... جو تینوں سپریم کورٹ آف پاکستان کے سینئر ایڈووکیٹ ہیں... نے بھی عدالتی معاونت کی۔

اسلام آباد ہائیکورٹ نے نویں سماعت کے موقع پر ۲۱؍ فروری ۲۰۱۸ء کو عدالتی معاونت Emicus Curiae کا نوٹس جاری کرتے ہوئے درج ذیل چھ سوالات کو بھی متعین کر دیا:

① کیا اسلامی ریاست کوئی ایسا قانون وضع کر سکتی ہے جس سے کسی غیر مسلم کو بالواسطہ یا بلاواسطہ بطورِ مسلم تصور اور شناخت کیا جائے؟

② کیا اسلامی ریاست میں غیر مسلم شہریوں کو اس امر کی اجازت دی جاسکتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو بطورِ مسلم ظاہر / پیش کریں؟

③ اگر غیر مسلم اپنے آپ کو مسلم کے لبادہ میں چھپائیں تو کیا یہ ریاست کے ساتھ دھوکہ دہی کی تعریف میں آئے گا؟

④ اگر درج بالا سوالات کا جواب اثبات میں ہے تو ریاست کی کیا ذمہ داری بنتی ہے؟

⑤ کیا اسلامی ریاست کے لئے یہ لازم نہیں کہ وہ اپنے تمام شہریوں کے مذہب اور مذہبی عقائد کے بارے میں مکمل طور پر آگاہ ہو اور اس حوالہ سے ایک مؤثر اور جامع طریقہ کار وضع کرے۔

⑥ کیا کسی شہری کے مذہب یا مذہبی عقائد کے بارے معلوم کرنا بنیادی حقوق کی خلاف ورزی کے ضمن میں آتا ہے۔

راقم الحروف کو ۲۶ فروری ۲۰۱۸ء کو اسلام آباد ہائی کورٹ میں سب سے پہلے پیش نظر سوالات پر اپنے موقف اور دلائل کو پیش کرنا تھا، چنانچہ ۸۰ صفحات پر مشتمل اپنے تفصیلی بیان کو دو نشستوں میں کم وبیش تین گھنٹے میں، فاضل عدالت کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس دوران عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی قیادت، علمائے کرام اور وکلا کی بڑی تعداد عدالت میں موجود رہی۔ مکمل بیان تو عنقریب مستقل کتابی صورت میں شائع کر دیا جائے گا، جبکہ اس کا اختصار ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے:

سوالات کی باقاعدہ وضاحت سے قبل بطور تمہید درج ذیل تین اہم پہلو پیش نظر رکھنے ضروری ہیں جن سے مذکورہ سوالات کو سمجھنے میں کافی آسانی ہو سکتی ہے:

اسلامی حکومت کا فریضہ پاکستانی دستور اور اسلام منصب نبوت اور قادیانیوں کا موقف

ا۔ اسلامی حکومت کا فریضہ

مذکورہ اکثر سوالات کا تعلق مسلم حکومت کے دینی فرائض واختیارات سے ہے، تو ''جو سیاست (اصلاحِ اجتماعی) قوم وقبیلہ اور عمرانی معاہدوں کی بجائے اسلام کی بنیاد پر یا نبی کریم ﷺ کی رہنمائی میں لوگوں کی دین ودنیا کی فلاح کا شرعی فریضہ '' انجام دے، اسے 'سیاسہ شرعیہ' کہتے ہیں، جیسا کہ مسلم ماہرین سیاست کی تمام تر تعریفات کا خلاصہ یہی ہے۔ سو مسلم حکومت کا بنیادی فریضہ ہی نبوی ہدایات وطریقہ کار کی روشنی میں سیاسی جدوجہد کرنا ہے۔ معاشرے میں اللّٰہ کے دین کو قائم کرنا اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا قیام حاکم کا بنیادی فرض ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

﴿ اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ۝۴۱ ﴾ (الحج:۴۱)

''انہیں اگر ہم زمین میں اختیار دیں تو وہ نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ دیں گے، معروف کا حکم دیں گے اور منکر سے منع کریں گے اور تمام معاملات کا انجامِ کار اللّٰہ کے ہاتھ میں ہے۔''

اسلامی ریاست، عام سیکولر ریاست سے اپنے اہداف ومقاصد میں مختلف ہے۔ اور حاکم کے لئے ذاتی طور پر نماز پڑھنا ہی ضروری نہیں بلکہ مسلم حکام کا فرض ہے کہ وہ اقامتِ دین کریں، یعنی نماز جو اسلام کا عمود ہے، اس کی اقامت کریں، اور زکاۃ جو معاشرے میں غربت کے خاتمے کا نظام ہے، اس کے ذریعے امیروں کا مال غربا تک پہنچے اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو معاشرے میں جاری وساری کریں۔

علامہ ابن تیمیہ امر بالمعروف کی تعریف اور حکام کے لئے اس کی اہمیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وَإِذَا كَانَ جِمَاعُ الدِّينِ وَجَمِيعُ الْوِلَايَاتِ هُوَ أَمْرٌ وَنَهْيٌ؛ فَالْأَمْرُ الَّذِي بَعَثَ اللهُ بِهِ رَسُولَهُ هُوَ الْأَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيُ الَّذِي بَعَثَهُ بِهِ هُوَ النَّهْيُ عَنْ الْمُنْكَرِ وَهَذَا نَعْتُ النَّبِيِّ وَالْمُؤْمِنِينَ" [1]

''جب دین کا مرکز ومحور اور تمام اسلامی مناصب (حکام) کا مرکزی مقصد امر ونہی ہے تو جان لو کہ امر بالمعروف سے مراد وہ احکام (شریعت) ہیں جس کے ساتھ اللّٰہ نے اپنے رسول کو مبعوث کیا اور شریعت نے جن باتوں سے روکا، وہ منکر ہیں۔ اور قرآن میں نبی ﷺ اور اس پر ایمان لانے والوں کی یہی تعریف ذکر کی گئی ہے۔''

---

۱ مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ: ۲۸/ ۶۵

معروف مفسر قرآن امام ابو بکر جصاص (م ۳۷۰ھ) معروف ومنکر کی وضاحت یوں کرتے ہیں:

المعروف هو أمر الله ... والمنكر هو ما نهى الله عنه[1]

''معروف سے مراد اللہ کا حکم ہے جبکہ منکر سے مراد ہر وہ شے کہ جس سے اللہ نے منع کیا ہو۔''

ثابت ہوا کہ اللہ اور اس کے رسول کے جملہ احکام کا نفاذ کرنا مسلم حاکم کا بنیادی فریضہ ہے۔ جہاں تک سوال نمبر ۵ اور ۶ میں عقائد کا علم حاصل کرنے کے متعلق پوچھا گیا ہے تو شہریوں کے عقائد کی تعلیم واصلاح، برے عقائد واعمال سے ان کی حفاظت، اور ان سے باخبر رہنا بھی حاکم کے فرائض میں شامل ہے، قرآن کریم میں ہے:

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَ لَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا ؕ وَ مَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۝۵۵﴾ (النور:۵۵)

''جو لوگ ایمان لائیں اور نیک عمل کریں، ان سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ ان کو اُسی طرح زمین میں خلافت عطا کرے گا جس طرح اُن سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو عطا کی۔ اُن کے لیے اُن کے اُس دین کو مضبوط بنیادوں پر قائم کر دے گا جسے اللہ تعالیٰ نے اُن کے حق میں پسند کیا ہے، اور اُن کی حالتِ خوف کو امن سے بدل دے گا، تاکہ وہ میری بندگی کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور جو اس کے بعد کفر کرے تو ایسے لوگ فاسق ہیں۔''

مولانا عبد الرحمٰن کیلانی رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''اگر انھیں زمین میں اختیار حاصل ہو تو وہ ایسا نظامِ حیات قائم کریں گے جو اللہ کے ہاں پسندیدہ اور اس کی منشا کے مطابق ہو... اور جب وہ ایسا دین یا نظام حیات قائم کرلیں گے تو اللہ ان کے دین کو اور زیادہ مضبوط بنا دے گا اور انکی نمایاں خصوصیت یہ ہوگی کہ شرک کو کسی قیمت پر گوارا نہ کریں گے۔''

اس فریضہ کا علم نبی کریم ﷺ کی سنت سے بھی ہوتا ہے کہ آپؐ اپنے حکام کو کیا فرض سونپا کرتے:

أَنَّ النَّبِيَّ بَعَثَ مُعَاذًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ إِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ ادْعُهُمْ إِلَى شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللهِ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذَلِكَ فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللهَ قَدِ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذَلِكَ فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللهَ افْتَرَضَ

---

[1] أحكام القرآن؛ سورة آلِ عمران، باب فرض الأمر بالمعروف

عَلَيْهِمْ صَدَقَةً فِي أَمْوَالِهِمْ تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ وَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ.[1]

"نبی ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن روانہ کیا تو فرمایا: "سب سے پہلے اہل یمن کو اس بات کی دعوت دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ اگر وہ یہ بات مان لیں تو ان سے کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے شب و روز میں ان پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں، اگر وہ اس بات کو بھی تسلیم کر لیں تو انھیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ان کے مال کا صدقہ بھی فرض کیا ہے جو ان کے اہل ثروت سے وصول کر کے ان کے محتاجوں پر صرف کیا جائے گا۔"

الغرض حکمران کا تو اصل کام ہی یہ ہے کہ عقائد کو درست کرے اور معروف کو فروغ دے۔ اگر وہ برائی کو متعارف کرائے تو گویا اپنے فرض سے انحراف ہے۔ اور نامور مسلم علما بھی حاکم کا یہی فریضہ قرار دیتے ہیں:

امام الہند شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۷۶۲ء/ ۱۱۷۶ھ) مسلم حکومت کی تعریف اور اسکا طریقہ کار لکھتے ہیں:

هي الرياسة العامة في التصدي لإقامة الدين بإحياء العلوم الدينية وإقامة أركان الاسلام والقيام بالجهاد وما يتعلق به من ترتيب الجيوش والفروض للمقاتلة وإعطاءهم من الفيء والقيام بالقضاء وإقامة الحدود ورفع المظالم والأمر بالمعروف والنهي عن المنكر نيابةً عن النبي ﷺ[2]

"یہ ایسی وسیع تر حکومت ہے جو نبی مکرم ﷺ کی نیابت میں نفاذ/ اقامتِ دین کے فرض کو پورا کرتی ہے کہ (۱) وہ دینی علوم کا احیا کرے، (۲) ارکانِ اسلام (توحید و رسالت، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج) کو قائم کرے، (۳) جہاد کو جاری کرے، متعلقہ لشکروں کی تنظیم کرے، وجوبِ جہاد کا اعلان اور مجاہدین میں مالِ فے و غنیمت تقسیم کرے، (۴) شرعی نظامِ عدل کو قائم کرے، حدود کا نفاذ کرے، احتسابی نظام سے مظالم کی بیخ کنی کرے اور معاشرے میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو جاری کرے۔"

یہی بات اس سے سات صدیاں قبل سیاسہ شرعیہ کے عظیم ماہر، خلافتِ عباسیہ کے چیف جسٹس و فقیہ، امام ابو الحسن علی الماوردی (م ۱۰۵۸ء/ ۴۵۰ھ) بھی حاکم کے ۱۰/ فرائض گنواتے ہوئے سر فہرست لکھ چکے ہیں:

(1) حِفْظُ الدِّينِ وَالْحَثُّ عَلَى تَطْبِيقِهِ، وَنَشْرُ الْعِلْمِ الشَّرْعِيِّ وَتَعْظِيمُ أَهْلِهِ وَمُخَالَطَتُهُمْ وَمُشَاوَرَتُهُمْ.

---

۱ صحيح البخاري: كِتَابُ الزَّكَاةِ) بَابُ وُجُوبِ الزَّكَاةِ(، رقم ۱۳۹۵

۲ ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء از شاہ ولی اللہ دہلوی: ۱/ ۵

(2) حِرَاسَةُ الْبِلَادِ وَالدِّفَاعُ عَنْهَا، وَحِفْظُ الأَمْنِ الدَّاخِلِيِّ.
(3) النَّظَرُ فِي الْخُصُومَاتِ، وَتَنْفِيذِ الأَحْكَامِ.
(4) إِقَامَةُ الْعَدْلِ فِي جَمِيعِ شُئُونِ الدَّوْلَةِ.
(5) تَطْبِيقُ الْحُدُودِ الشَّرْعِيَّةِ. (6) إِقَامَةُ فَرْضِ الْجِهَادِ.
(7) عِمَارَةُ الْبِلَادِ، وَتَسْهِيلِ سُبُلِ الْعَيْشِ، وَنَشْرُ الرَّخَاءِ.
(8) جِبَايَةُ الأَمْوَالِ عَلَى مَا أَوْجَبَهُ الشَّرْعُ مِنْ غَيْرِ عُنْفٍ، وَصَرْفُهَا فِي الْوُجُوهِ الْمَشْرُوعَةِ (9) أَنْ يُوَلِّيَ أَعْمَالَ الدَّوْلَةِ الأُمَنَاءَ النُّصَحَاءَ أَهْلَ الْخِبْرَةِ.
(10) أَنْ يَهْتَمَّ بِنَفْسِهِ بِسِيَاسَةِ الأُمَّةِ وَمَصَالِحِهَا وَأَنْ يُرَاقِبَ أُمُورَ الدَّوْلَةِ وَيَتَصَفَّحَ أَحْوَالَ الْقَائِمِينَ عَلَيْهَا[1]

”حاکم کا پہلا فرض یہ ہے کہ دین کی حفاظت کرے اور اس کو نافذ کرنے کی جستجو کرے۔ علوم شرعیہ کی تعلیم واشاعت کا انتظام کرے، اور علوم شرعیہ کے حامل علما کی عزت کرے، ان سے میل جول رکھے اور ان سے مشاورت کرتا رہے۔ (۲) شہروں کی حفاظت اور ان کا دفاع کرے اور داخلی امن کو قائم کرے۔ (۳) جھگڑوں میں عدل کرکے ان کے فیصلے نافذ کرے۔ (۵) ریاست کے تمام معاملات میں عدل کو قائم کرے۔ (۵) شرعی حدود کو جاری کرے۔ (۶) جہاد کے آغاز کا اعلان کرے۔ (۷) شہروں کی تعمیر وزندگی کے سہولتیں میسر کرے، آسانی کو پروان دے۔ (۸) شریعت کی ہدایات کے تحت مال کو تشدد کے بغیر جمع کرکے جائز مصارف میں خرچ کرے۔ (۹) سرکاری مناصب پر امین، خیر خواہ اور تجربہ کار افراد کو حاکم بنائے۔ (۱۰) بذاتِ خود اُمت کی تدبیر ومصالح کی جستجو کرتا رہے، حکومتی معاملات کی کڑی نگرانی کرے اور ان کے ذمہ داران کی جانچ پڑتال کرتا رہے۔“

۲۔ پاکستانی دستور اور اسلام

پاکستان میں 'اسلامی جمہوریت' کا نظام ہے جس میں انہی اسلامی تقاضوں کو پیش نظر رکھا گیا ہے، چنانچہ
① قائداعظم محمد علی جناح نے اسی بنا پر اسلامی ریاست کا مطالبہ کیا، اپنی متعدد تقریروں میں قرآن کو پاکستان کا دستور قرار دیا۔ کلمہ طیبہ اور اسلام کی بنا پر پاکستان وجود میں آیا، جس کو قرارداد مقاصد نے تاریخی اور

1 الاحکام السلطانیہ از امام ابوالحسن ماوردی: ۱۵ بحوالہ موسوعہ فقہیہ، کویت: ۲۵/ ۳۰۴

قانونی حقیقت کے طور پر محفوظ و متعین کر دیا اور اس کو آئین کا باضابطہ حصہ بنا دیا گیا۔

② قراردادِ مقاصد جو دستورِ پاکستان کا کلمہ ہے، کے تحت پہلا جملہ ''اللہ تعالیٰ ہی پوری کائنات کا بلا شرکت غیرے حاکم مطلق ہے۔'' بتاتا ہے کہ یہ دستور اللہ کی حاکمیت کے قیام اور اس کے دیے گئے فرائض واختیارات کی تکمیل کے لئے بنایا گیا ہے۔ ہر سیاسی نظام کسی اقتدارِ اعلیٰ Sovereignty کے تصور پر مرکوز ہوتا ہے، اور مذکورہ جملہ پاکستانی دستور کے مقتدرِ اعلیٰ کا تعین کرتا ہے، یعنی پاکستان میں ریاست کے جملہ اختیارات اس مرکزی نظریۂ اقتدار اعلیٰ سے ماخوذ و مشروط ہوں گے۔

③ تیسرا جملہ ''جس میں جمہوریت، آزادی، مساوات، رواداری اور عدل عمرانی کے اصولوں پر جس طرح اسلام نے ان کی تشریح کی ہے، پوری طرح عمل کیا جائے گا۔'' بتاتا ہے کہ انسانی حقوق کے مسلّمہ اُصول بھی پاکستان میں اسلام کی تشریح کے تابع ہیں۔ اور اسلامی شریعت ہی ان اُصولوں پر بالاتر ہے اور ان کو اسلامی شریعت کی روشنی میں ہی سمجھا جائے گا۔

④ ''پاکستان عدل عمرانی کے اسلامی اصولوں پر مبنی ایک جمہوری مملکت ہو گی۔'' سے بھی اسلامی اصولوں کی عمل داری اور اہمیت وترجیح کا علم ہوتا ہے۔

⑤ آرٹیکل نمبر ا: ''پاکستان کا نام 'اسلامی جمہوریہ پاکستان' ہے۔'' اور آرٹیکل نمبر ۲: ''اسلام پاکستان کا مملکتی مذہب ہو گا۔'' سے بھی پاکستان کے دستور میں شریعتِ اسلام کی قانونی بنیاد کا تعین ہوتا ہے۔

⑥ آرٹیکل نمبر ۳۱ تا ۳۷ میں حکمتِ عملی کے اُصول ذکر کرتے ہوئے قرار دیا گیا ہے، کہ

''۳۱۔ پاکستان کے مسلمانوں کو انفرادی اور اجتماعی طور پر، اپنی زندگی اسلام کے بنیادی اُصولوں اور اساسی تصورات کے مطابق مرتب کرنے کے قابل بنانے کے لئے اور اُنہیں ایسی سہولتیں مہیا کرنے کے لئے اقدامات کئے جائیں گے جن کی مدد سے وہ قرآن پاک اور سنت کے مطابق زندگی کا مفہوم سمجھ سکیں۔''

⑦ آرٹیکل نمبر ۴۲: جدول سوم کے تحت: صدر، وزیر اعظم کے حلف ناموں کی عبارت سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ

''مسلمان ہونے، توحید باری تعالیٰ، کتبِ الٰہیہ، قرآن پاک، رسالت نبوی اور آپ ﷺ کا خاتم النّبیین ہونا، روزِ قیامت اور قرآن وسنت کے جملہ تقاضوں اور تعلیمات پر ایمان رکھنے کا اقرار کرتے ہیں۔''

اور ''اسلامی نظریہ کو برقرار رکھنے کے لئے کوشاں رہوں گا، جو قیامِ پاکستان کی بنیاد ہے۔''

حلف کے اس آخری حصہ کا قانونی طور پر وفاقی وزرا، چیئرمین سینٹ، سپیکر قومی اسمبلی، اور تمام ارکان قومی

اسمبلی وسینٹ کو بھی پابند کیا گیا ہے۔ واضح ہوا کہ پاکستان کی پوری حکومت / ریاست (وفاق، صوبائی حکومتیں اور ممبران قومی وصوبائی اسمبلی) اسلامی نظریہ کیلئے جدوجہد اور اس کے تحفظ کی قانوناً پابند ہیں جس سے پوری حکومت کی فروغِ اسلام کی ذمہ داری کا حتمی تعین ہوتا اور پاکستان کی نظریاتی اساس کا پتہ چلتا ہے کہ وہ اسلام ہی ہے۔

⑧ آرٹیکل ۶۲ سے بھی علم ہوتا ہے کہ مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کے ممبران کے لئے شریعت کا خاطر خواہ علم اور امین وصادق ہونا ضروری ہے۔ اور امین ہونے کا تقاضا شرعی احکام پر عمل پیرا ہونا، اور مناصب واَموال کی خیانت سے بہر صورت پرہیز کرنا ہے۔

⑨ قراردادِ مقاصد کے نکتہ نمبر ۲ کے تحت حاکمیتِ الٰہیہ کا قیام پاکستانی سیاست کا مرکز ومحور ہے اور حاکمیتِ الٰہیہ سے مراد قرآن وسنت ہے جس کے لئے پاکستانی دستور میں اسلامی نظریاتی کونسل کے ذریعے قرآن وسنت کا نفاذ اور اس کے خلاف قانون سازی کا تحفظ اور وفاقی شرعی عدالت کے ذریعے غیر اسلامی قانون سازی کا خاتمہ جیسے اہم آئینی ادارے / تصور اس امر کو بالکل واضح کر دیتے ہیں کہ قرآن وسنت اس دستور کے نگران ہیں۔

⑩ آرٹیکل ۲۲۷ "تمام موجودہ قوانین کو قرآن پاک اور سنت میں منضبط اسلامی احکام کے مطابق بنایا جائے گا جن کا اس حصے میں بطورِ اسلامی احکام حوالہ دیا گیا ہے اور ایسا کوئی قانون وضع نہیں کیا جائے گا جو مذکورہ احکام کے منافی ہو۔" سے علم ہوتا ہے کہ شریعتِ اسلامیہ پاکستان کے تمام قوانین کی بنیاد ہے، اور خلافِ اسلام قوانین وضع نہ کرنے سے تمام قوانین پر اسلامی شریعت کی برتری ثابت ہوتی[1] ہے۔

⑪ آرٹیکل ۲۳۰ (ا۔الف) میں اسلامی نظریاتی کونسل کے اغراض ومقاصد اور فرائض میں یہ صراحت کی گئی ہے کہ "وہ قومی اور صوبائی اسمبلیوں کو اپنی تجاویز دے کہ جن کے ذریعے پاکستان کے مسلمانوں کو اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگیوں کو تمام معاملات میں اسلام کے اصول ومقتضیات ... جو قرآن وسنت میں بیان ہوئے ہیں ... کے مطابق زندگی گزارنے کے قابل بنائے اور اس کی حوصلہ افزائی کرے۔" یہ امر قابل ذکر ہے کہ دستور میں حوصلہ افزائی Encouraging کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ تاکہ واضح ہو سکے کہ ریاست کی ذمہ داری صرف قرآن وسنت کے مطابق زندگی گزارنے کے قابل بنانا ہی نہیں بلکہ اس کی حوصلہ افزائی بھی کرنا ہے۔ دستورِ پاکستان قرآن وسنت کے مطابق زندگی گزارنے کی ضمانت ہی نہیں دیتا

---

[1] جیسا کہ محترم جسٹس افضل ظلہ نے سپریم کورٹ شریعت بنچ میں ۵۵ قوانین کو معطل کرتے ہوئے حکومت کی طرف سے نئے قوانین نہ آنے کی صورت میں قصاص ودیت کے اسلامی قوانین کو ہی جاری کرنے کا حکم صادر کیا تھا۔

بلکہ اس حوالے سے تمام ضروری اقدامات اور ان کی حوصلہ افزائی کی تلقین بھی کرتا ہے۔

⑫ ۲۰۳ د کے تحت وفاقی شرعی ''عدالت کسی درخواست پر اس سوال کا جائزہ لے سکے گی اور فیصلہ کرسکے گی کہ آیا کوئی قانون یا قانون کا کوئی حکم ان اسلامی احکام کے منافی ہے یا نہیں۔''

⑬ ۲۰۳ زز کے تحت: وفاقی شرعی ''عدالت کا کوئی فیصلہ کسی عدالتِ عالیہ پر اور کسی عدالتِ عالیہ کی ماتحت تمام عدالتوں کے لئے واجب التعمیل ہوگا۔''

⑭ جب پاکستانی دستور حاکمیتِ الٰہیہ کی بنا پر جگہ جگہ قرآن وسنت اور اسلام کی بات کررہاہے، اس کے مطابق قانون سازی کی تلقین کررہاہے، اس پر نظریاتی بنیادیں قائم کررہاہے، اس کے خلاف قانون سازی کو ختم کرنے کی ہدایت کرتا ہے۔ لوگوں کو اس کے مطابق تعلیم وتربیت کی بات کررہاہے تو ثابت ہوا کہ ''قرآن وسنت ہی دستور پاکستان کا بالاتر قانون ہے۔'' اور اس موقف کو سپریم کورٹ کے اس قریبی فیصلہ سے تقویت ملتی ہے، جسے جسٹس شیخ عظمت سعید نے اکثریتی فیصلہ کے طور پر یوں تحریر کیا ہے:

''دستور کوئی متفرق دفعات کا جتھا نہیں، جنہیں باہمی گانٹھ دیا گیا ہو۔ بلکہ دستور کی دفعات میں ایک یکسانیت اور مربوط سکیم ہے جو دستور کی بنیادی دفعات سے واضح ہے، جو کہ دستور کی نمایاں اور واضح خصوصیات ہیں۔''[1]

جبکہ جسٹس جواد ایس خواجہ نے اقلیتی نوٹ کے پیراگراف نمبر ۱۳ میں بیان کیا کہ

''آئین کے کسی بھی آرٹیکل کو باقی آئین سے علیحدہ کرکے انفرادی طور پر نہیں سمجھا جاسکتا... آئین کا مطالعہ ایک نامیاتی کل کے طور کیا جائے گا۔ اگر آئین کی جزوی شقوں اور احکام کو باقی آئین سے الگ کرکے دیکھا جائے تو یہ قاری کو گمراہ کرسکتا ہے۔ لہٰذا آئین کا مفہوم ومدعا معلوم کرنے کے لئے اس کے اجزا کی میکانیکی اور عقلی توجیہ کرنے کی بجائے اسے 'ایک مربوط کل' کی طرح دیکھنا پڑے گا۔''[2]

⑮ ۷؍ستمبر ۱۹۷۴ء کو دوسری آئینی ترمیم کے ذریعے دستور پاکستان میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا:

''آرٹیکل نمبر ۲۶۰(۳) الف: 'مسلم' سے کوئی ایسا شخص مراد ہے جو وحدت وتوحید قادر مطلق اللہ تبارک وتعالیٰ، خاتم النّبیین حضرت محمد ﷺ کی ختم نبوت پر مکمل اور غیر مشروط طور پر ایمان رکھتا ہو اور پیغمبر یا مذہبی مصلح کے طور پر کسی ایسے شخص پر نہ ایمان رکھتا ہو، نہ اسے مانتا ہو جس نے حضرت

۱ پی ایل ڈی ۲۰۱۵ء، سپریم کورٹ ۴۰۱

۲ مزید دیکھئے کتاب 'ناموسِ رسالت: اعلیٰ عدالتی فیصلہ' از جسٹس شوکت عزیز صدیقی: ص ۷، ۱۴۷، ۱۴۹ تا ۱۶۷، طبع نومبر ۲۰۱۷ء

محمد ﷺ کے بعد اس لفظ کے کسی بھی مفہوم یا کسی بھی تشریح کے لحاظ سے پیغمبر ہونے کا دعویٰ کیا ہو یا جو دعویٰ کرے۔" اور

ب: 'غیر مسلم' سے کوئی ایسا شخص مراد ہے جو مسلم نہ ہو، اور اس میں عیسائی، ہندو، سکھ، بدھ یا پارسی فرقے سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص، قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ کا (جو خود کو احمدی یا کسی اور نام سے منسوب کرتے ہیں) کوئی شخص یا کوئی بہائی، اور جدولی ذاتوں میں سے کسی سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص شامل ہے۔"

⑯ دستورِ پاکستان میں شامل آرٹیکل ۲۶۰ کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے ۱۹۸۴ء میں یہ قانون پاس ہوا، اور مجموعہ تعزیراتِ پاکستان میں درج ذیل جرائم اور ان کی سزاؤں کا اضافہ کیا گیا:

<u>۲۹۸ بی: بعض مقدس شخصیات یا مقامات کے لئے مخصوص القاب، اوصاف یا خطابات وغیرہ کا ناجائز استعمال:</u>

(۱) قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو 'احمدی' یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو الفاظ کے ذریعے خواہ زبانی ہوں یا تحریری یا مرئی نقوش کے ذریعے

(الف) محمد ﷺ کے خلیفہ یا صحابی کے علاوہ کسی شخص کو امیر المومنین، خلیفۃ المسلمین، صحابی یا رضی اللہ عنہ کے طور پر منسوب کرے یا مخاطب کرے۔

(ب) حضرت محمد ﷺ کی کسی زوجہ مطہرہ کے علاوہ کسی ذات کو اُمّ المومنین کے طور پر منسوب کرے یا مخاطب کرے۔

(ج) حضرت محمد ﷺ کے خاندان (اہل بیت) کے کسی فرد کے علاوہ کسی شخص کو اہل بیت کے طور پر منسوب کرے یا مخاطب کرے یا۔

(د) اپنی عبادت گاہ کو 'مسجد' کے طور پر منسوب کرے یا موسوم کرے یا پکارے۔

تو اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لئے دی جائے گی جو تین سال تک ہو سکتی ہے اور وہ جرمانے کا بھی مستوجب ہو گا۔

(۲) قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو 'احمدی' یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو الفاظ کے ذریعے خواہ زبانی ہوں یا تحریری، یا مرئی نقوش کے ذریعے اپنے مذہب میں عبادت کے لئے بلانے کے طریقے یا صورت کو اذان کے طور پر منسوب کرے یا اس طرح اذان دے جس طرح مسلمان دیتے ہیں تو اسے کسی قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لئے دی جائے گی جو تین سال ہو سکتی ہے اور وہ جرمانے کا مستوجب بھی ہو گا۔

۲۹۸سی: قادیانی گروپ وغیرہ کا شخص جو خود کو مسلمان کہے: قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو 'احمدی' یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو بلاواسطہ یا بالواسطہ خود کو مسلمان ظاہر کرے یا اپنے مذہب کو اسلام کے طور پر موسوم کرے یا منسوب کرے یا الفاظ کے ذریعے خواہ زبانی ہوں یا تحریری یا مرئی نقوش کے ذریعے اپنے مذہب کی تبلیغ یا تشہیر کرے یا دوسروں کو اپنا مذہب قبول کرنے کی دعوت دے یا کسی بھی طریقے سے مسلمانوں کی مذہبی احساسات کو مجروح کرے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لئے دی جائے گی جو تین سال تک ہو سکتی ہے اور وہ جرمانے کا بھی مستوجب ہو گا۔''[1]

⑰ پاکستان میں غیر مسلم کا تعین اور اس کے لئے مخصوص قوانین کی مثال دنیا کے دیگر ممالک میں بھی ملتی ہے، جیسا کہ برطانیہ میں ملکہ / بادشاہ کے عہدے کے لئے نہ صرف مسیحی ہونا بلکہ ایک مخصوص عیسائی فرقے سے ہونا بھی ضروری ہے۔ اس کے لئے محض شاہی خاندان سے تعلق کافی نہیں بلکہ اس کا اقرار اور بعض چیزوں کی پابندی بھی ضروری ہے۔ اسی طرح اسرائیل نے بھی ہر یہودی کا یہ حق تسلیم کر رکھا ہے کہ وہ اسرائیل کی شہریت حاصل کر سکے۔ اور The Law of Return نامی قانون میں یہودی کی تعریف بھی کر دی گئی ہے۔

۳۔ 'منصبِ نبوت' اور قادیانی مذہب کے تین حقائق

اسلام میں نبی کریم ﷺ کا منصب سب سے بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ اسلام کا مقصد توحیدِ ربّ العالمین ہے، لیکن ہمارے لئے اس کا راستہ محمد ﷺ کی نبوت اور رسالت پر ایمان ہے۔ جب ہم نبی کریم ﷺ کو نبی مانتے ہیں تو قرآن کی آیات کا علم ہوتا ہے۔ اللہ جل جلالہ کی معرفت، اس کے مطالبے، اس کے حقوق اور اس کے نافذ کردہ احکام، آخرت اور جنت و جہنم کا پتہ چلتا ہے۔ ماں باپ کے رشتے، نکاح و طلاق کے ضوابط، بہن بھائی کے حقوق، حرام و حلال کھانے، جائز و ناجائز سودے، اَموال پر اپنا حق اور حاکم و محکوم کے حقوق سب کا علم نبی کریم کی معرفت بلکہ آپ پر ایمان سے مشروط ہے۔ گویا نبی ہی اللہ کی رہنمائی سے پورا دین تشکیل دیتا ہے اور نبی پر ایمان لانے پر سارا دین موقوف ہے۔ یہ عقیدہ 'اعتماد علی الرسالہ' ہے جو پورے دین کی اساس ہے، اس میں معمولی سا شک بھی ایمان کی بنیادوں کو ہی ڈھا دیتا اور اسلام کا خاتمہ کر دیتا ہے۔

---

1 ۲۶/ اپریل ۱۹۸۴ء کو صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم نے آرڈیننس نمبر ۲۰ 'امتناع قادیانیت آرڈیننس' جاری کیا۔

ا۔ اسلامی اعزازات وشعائر پر قبضہ: قادیانی اسلام کی تمام عظمتوں پر قابض ہونا اور ان کو اپنا باور کرانا چاہتے ہیں۔ اسلام کا نام، کلمہ میں نبی مکرم ﷺ کا نام، ازواجِ مطہرات، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، شعائر اسلام، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، خلیفہ، کلمہ، مسجد اور اذان سب اسلام کا لینا چاہتے ہیں، لیکن اس مرکزی ہستی محمد ﷺ کو چھوڑ دینا چاہتے ہیں جس نے اللہ کے حکم سے پورا دین تشکیل دیا اور پورے اسلام کی معرفت ان کے گرد گھومتی ہے۔ ان کے فریب کی حد یہ ہے کہ قایادنی اپنے کلمہ میں محمد ﷺ کا نام بھی نہیں چھوڑنا چاہتے، وہ آپ کے نام سے منسوب تقدس وتوقیر، عزت وعظمت پر بھی ہاتھ صاف کرنا چاہتے ہیں لیکن محمد ﷺ سے مراد 'مرزا قادیانی' لیتے ہیں۔ گویا نبی مکرم ﷺ کی نبوت پر ایمان جو پورے اسلام کی معرفت کا وسیلہ ہے، اور سارے اسلام پر ہاتھ صاف کرکے، اصل مرکزِ ایمان وعظمت کی جگہ ایک بدبخت کذاب کو بٹھانا چاہتے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ خود یہ بھی مانتے ہیں کہ ہمارا پورا دین ہی اسلام سے مختلف ہے۔ 'طلبہ کو نصائح' کے عنوان سے شائع شدہ تقریر میں 'خلیفہ' صاحب طلبہ کو احمدیوں اور غیر احمدیوں کے درمیان اختلاف کی نشاندہی کرتے ہوئے کہتے ہیں:

> "ورنہ حضرت مسیح موعود نے تو فرمایا ہے کہ ان کا (یعنی مسلمانوں کا) اسلام اور ہے اور ہمارا اور، ان کا خدا اور ہے اور ہمارا اور، ہمارا حج اور ہے، ان کا حج اور، اسی لئے ان سے ہر بات میں اختلاف ہے۔"[1]

'خلیفہ' صاحب نے ایک اور تقریر میں اس اختلاف کا تذکرہ کیا کہ احمدیوں کو کیا اپنا مستقل مدرسہ دینیات قائم کرنا چاہیے یا نہیں؟ مرزا غلام احمد نے دونوں موقف سن کر اپنا فیصلہ سنا دیا جس کو خلیفہ صاحب ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں:

> "یہ غلط ہے کہ دوسرے لوگوں سے ہمارا اختلاف صرف وفات مسیح یا اور چند مسائل میں ہے۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی ذات، رسول کریم ﷺ، قرآن، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، غرض آپ نے تفصیل سے بتایا کہ ایک ایک چیز میں ان سے ہمیں اختلاف ہے۔"[2]

اور جہاں تک قادیانیوں کا کلمہ اسلام پڑھنے اور اس میں محمد رسول اللہ ﷺ سے مرزا قادیانی مراد لینے کا تعلق ہے تو مرزا غلام احمد قادیانی 'ایک غلطی کا ازالہ' میں لکھتا ہے:

> "﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَي الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ﴾ ... اس وحی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی۔"[3]

---

1 الفضل، ۲۱/ اگست ۱۹۱۷ء... 'خلیفہ' صاحب کی تقریر 'طلبہ کو نصائح'

2 الفضل، ۳۰/ جولائی ۱۹۳۰ء... 'خلیفہ' صاحب کی تقریر بحوالہ 'قادیانی مسئلہ' از سید ابوالاعلیٰ مودودی: ص ۲۷، طبع ۱۹۹۲ء

3 مرزا غلام احمد قادیانی کی کتب، ملفوظات اور اشتہارات پر مشتمل مستند مجموعہ 'روحانی خزائن': ۱۸/ ۲۰۷

قادیانی مرزا قادیانی کو کلمہ کے مفہوم میں داخل کر کے اسے 'محمد رسول اللہ' کا مصداق سمجھتے ہیں، چنانچہ اس سوال کے جواب میں کہ "اگر مرزا نبی ہے تو تم اسکا کلمہ کیوں نہیں پڑھتے؟" مرزا بشیر احمد قادیانی لکھتا ہے:

"محمد رسول اللہ کا نام کلمہ میں تو اس لئے رکھا گیا ہے کہ آپ نبیوں کے سرتاج اور خاتم النبیین ہیں اور آپ کا نام لینے سے باقی سب نبی خود اندر آجاتے ہیں اور ہر ایک کا علیحدہ نام لینے کی ضرورت نہیں۔ ہاں حضرت مسیح موعود کے آنے سے ایک فرق ضرور پیدا ہو گیا ہے اور وہ یہ کہ مسیح موعود کی بعثت سے پہلے تو محمد رسول اللہ کے مفہوم میں صرف آپ سے پہلے گزرے ہوئے انبیا شامل تھے، مگر مسیح موعود کی بعثت کے بعد محمد رسول اللہ کے مفہوم میں ایک اور رسول کی زیادتی ہو گئی۔ للہٰذا مسیح موعود کے آنے سے نعوذ باللہ 'لا الہ الا اللہ، محمد رسول اللہ' کا کلمہ باطل نہیں ہوتا، بلکہ اور بھی زیادہ شان سے چمکنے لگ جاتا ہے۔ غرض اب بھی اسلام میں داخل ہونے کے لئے یہی کلمہ ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ مسیح موعود کی آمد نے محمد رسول اللہ ﷺ کے مفہوم میں ایک رسول کی زیادتی کر دی ہے اور بس۔

علاوہ اس کے اگر ہم بفرضِ محال یہ بات مان بھی لیں کہ کلمہ شریف میں نبی کریم کا اسم مبارک اس لئے رکھا گیا ہے کہ آپ آخری نبی ہیں، تو تب بھی کوئی حرج واقع نہیں ہوتا اور ہم کو نئے کلمہ کی ضرورت پیش نہیں آتی کیونکہ مسیح موعود نبی کریم ﷺ سے کوئی الگ چیز نہیں ہے۔ جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے: صار وجودي وجوده نیز مَن فرق بيني وبين المصطفى فما عرفني وما رأى[1] اور یہ اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ وہ ایک دفعہ اور خاتم النبیین کو دنیا میں مبعوث کرے گا، جیسا کہ آیت وَّاٰخَرِيۡنَ مِنۡهُمۡ سے ظاہر ہے۔ پس مسیح موعود خود محمد رسول اللہ ہے جو اشاعت اسلام کے لئے دوبارہ دنیا میں تشریف لائے ہیں۔ اس لئے ہم کو کسی نئے کلمہ کی ضرورت نہیں۔ ہاں اگر محمد رسول اللہ کی جگہ کوئی اور آتا تو ضرورت پیش آتی۔"[2]

مرزا قادیانی کذاب نے پہلے مصلح اور مجدد، پھر مہدی موعود، پھر مسیح موعود اور آخر کار اپنے آپ کو محمد قرار دیتے ہوئے، محمدِ اکمل بھی باور کرایا ہے، چنانچہ قادیانی پرچے 'البدر' جو الفضل سے قبل قادیانی ترجمان تھا، کے ٹائٹل پر یہ نظم شائع ہوئی، جو دراصل مرزا قادیانی کے سامنے پڑھی گئی اور مرزا نے اس کو پسند کیا تھا:

---

۱ "میرا وجود اُنہی کا وجود ہو گیا۔" "نیز "جس نے مجھ اور محمد مصطفی میں فرق کیا، تو اس نے نہ تو مجھے پہچانا اور (نہ اسکو) جو اس نے دیکھا۔"

۲ کلمۃ الفصل: ص ۱۵۸، مؤلفہ: مرزا بشیر احمد قادیانی، بحوالہ ریویو آف ریلی جنز، قادیان، مارچ و اپریل ۱۹۱۵ء

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل غلام احمد کو دیکھے قادیان میں[1]

جس طرح قادیانی 'اسلام' کا نام اور خاتم المرسلین 'محمد' و 'احمد' ﷺ کا نام نامی نہیں چھوڑنا چاہتے، اسی طرح وہ خلیفہ، صحابہ، امہات المؤمنین، حج اور مکہ مکرمہ کے اعزازات بھی نہیں چھوڑنا چاہتے۔ یہی وجہ کہ امتناع قادیانیت آرڈیننس ۱۹۸۴ء میں اُن کو امہات المؤمنین، اہل بیت، خلیفہ، امیر المؤمنین، مسجد، اذان کے استعمال سے روکتے ہوئے اسلام کی تبلیغ کرنے سے منع کر دیا گیا ہے۔ لیکن قادیانی ابھی تک نبی کریم ﷺ کا نام احمد، اپنی قبروں پر کلمہ طیبہ اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور صلوٰۃ وصیام کو استعمال کرتے ہیں۔ عید الفطر و عید الاضحیٰ کو مناتے ہیں، حتیٰ کہ اسلام کی پوری تاریخ اور سنہرے اَدوار کو اپنا کر، نبی مکرم ﷺ کی نبوت کو منسوخ، مرزا قادیانی کی نبوت کو حتمی اور سابقہ نبوتوں کی ناسخ قرار دیتے ہیں۔

۲۔ مسلمانوں کو کافر قرار دینا اور ان کو بدترین گالیاں دینا:

قادیانی اسی ظلم پر ہی اکتفا نہیں کرتے بلکہ محسن انسانیت، نبی مکرم ﷺ کو ماننے والوں کو کافر کہتے، ان کو بدترین گالیاں دیتے، اور ان کے مقدسات کی توہین کر کے ان کے دل چھلنی کرتے ہیں۔ مرزا قادیانی لکھتا ہے:

"اللہ کی طرف سے مجھ پر وحی آئی ہے کہ "جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا، اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہو گا، اور تیرا مخالف رہے گا، وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا اور جہنمی ہے۔""[2]

مرزا قادیانی نے اپنے عقیدت مندوں سے خطاب میں کہا:

"پس یاد رکھو کہ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے کہ تمہارے اوپر حرام اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر اور مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو بلکہ چاہیے کہ تمہارا امام وہی امام ہو جو تم میں سے ہو۔""[3]

"جو میرے مخالف تھے، ان کا نام عیسائی، یہودی اور مشرک رکھا گیا۔""[4]

مرزا بشیر احمد قادیانی لکھتا ہے:

"ہر ایسا شخص جو موسیٰ کو تو مانتا ہے مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا، یا عیسیٰ کو تو مانتا ہے مگر محمد (ﷺ) کو نہیں مانتا، یا محمد کو تو مانتا ہے مگر مسیح موعود (مرزا قادیانی) کو نہیں مانتا، وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا پکا کافر اور دائرۂ اسلام

---

۱ قاضی محمد ظہور الدین اخبار بدر، نمبر ۴۳، جدول ۲، قادیان ۲۵... / اکتوبر ۱۹۰۶ء
۲ مجموعہ اشتہارات: ۳/ ۲۷۵
۳ روحانی خزائن: ۱۷/ ۴۱۷
۴ نزولِ مسیح: ص ۴... مزید تفصیل کے لئے دیکھیں: 'قادیانیوں کے خلاف عدالتی فیصلے': ص ۵۰۵

سے خارج ہے۔"[1]

نیز مرزا قادیانی نے اپنی جھوٹی نبوت کو نہ ماننے والوں کو ننگی گالیاں دیں، چنانچہ مولانا محمد حسین بٹالوی اس کو 'آئینہ وساوس' کہا کرتے تھے۔ مرزا قادیانی اپنی چند کتب کا تذکرہ کر کے لکھتا ہے:

تلك كتب ينظر إليها كل مسلم بعين المودة والمحبة ويقبلني ويصدقني وينتفع من معارفها إلا ذرية البغايا فهم لا يقبلون[2]

"یہ میری کتابیں ہیں جن کو ہر مسلمان دوستی اور محبت کی نظر سے دیکھتا ہے اور مجھے قبول کرتا ہے، اور میری تصدیق کرتا ہے، اور ان کتابوں میں، میں نے جو معرفت کی باتیں لکھی ہیں، ان سے نفع اٹھاتا ہے، مگر کنجریوں کی اولاد، کہ نہیں مانتے۔"

ایک اور مقام پر مرزا قادیانی لکھتا ہے:

إن العدى صاروا خنازير الفلاء ونسائهم من دونهن الأكلب[3]

"دشمن ہمارے بیابانوں کے خنزیر ہوگئے اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئیں۔"

"ہماری فتح کا قائل نہیں ہوگا، تو صاف سمجھا جائے گا، کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے، اور حلال زادہ نہیں۔"[4]

قادیانی لٹریچر مسلمانوں اور انبیائے کرام کے بارے میں ہفوات و دشنامات سے بھرا پڑا ہے جس کے لئے یہ کتب دیکھی جاسکتی ہیں: محمدیہ پاکٹ بک، قادیانیت اپنے آئینے میں اور تحفۂ قادیانیت (۱/ ۶۳۹ تا ۶۶۱) وغیرہ

۳۔ قادیانی ڈھٹائی سے اپنے آپ کو مسلمان قرار دینے پر مصر ہیں: کیا اسلام ہے اور کیا نہیں؟ اور کون مسلمان ہے یا نہیں؟ اس بارے میں فیصلہ کی میزان قرآن وسنت اور اجماعِ اُمت ہے۔ قادیانیوں کے کفر پر قرآن وسنت کے سیکڑوں دلائل کی بنا پر عالم اسلام کے تمام ادارے، مدارس، مراکز، مجالس، جید مفتیان و علمائے کرام ایک صدی سے زیادہ عرصہ سے متفق چلے آرہے ہیں۔ ہر حلقے کے ایک ہزار سے زائد علما و مفتیان، ۱۰۰ سے زائد مدارس و مراکز کے فتاویٰ منظر عام[5] پر آچکے ہیں۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے شائع کردہ 'فتاویٰ ختم

---

۱ کلمۃ الفصل: ص ۱۵۸، مؤلفہ: مرزا بشیر احمد قادیانی، بحوالہ ریویو آف ریلیجنز، قادیان، شمارہ مارچ واپریل ۱۹۱۵ء

۲ روحانی خزائن: ۵/ ۵۴۷

۳ روحانی خزائن: ۱۴/ ۵۳، نجم الہدیٰ

۴ روحانی خزائن: ۹/ ۳۱

۵ دیکھیں کتاب: 'قادیانیوں کے مکمل بائیکاٹ پر متفقہ فتویٰ'، ناشر مرکز سراجیہ، غالب مارکیٹ، لاہور، طبع نومبر ۲۰۱۱ء

نبوت' کی تین جلدوں میں بھی اُن دلائل وبراہین کی ایمان افروز تفصیلات موجود ہیں۔

پھر اس اتفاق واجماع کو آئینی، قانونی اور شرعی ماہرین نے باضابطہ مکالمے، مباحثے اور لمبی قانونی کاروائی کے بعد، واضح کرکے مستند طور پر دستورِ پاکستان میں درج کردیا گیا ہے، جیساکہ آرٹیکل ۲۶۰ کا متن گزر چکا ہے۔

اجماع کے ذریعے شرعی حقیقت کے تعین، اور دستور پاکستان کے ذریعے اس کے کامل نفاذ کے بعد قادیانیوں کے لئے اپنے دعوائے اسلام پر جمے رہنے کی کوئی قانونی واخلاقی بنیاد باقی نہیں رہتی۔ لیکن ایک طرف وہ اپنے آپ کو غیر مسلم قبول کرنے کو بالکل تیار نہیں، اسلام اور محمد ﷺ کا ناجائز طور پر نام استعمال کرنے پر مصر ہیں، اور مسلمانوں میں ہی ہٹ دھرمی سے گھسے رہ کر اپنا جھوٹے دین کو فروغ دینا چاہتے ہیں تو دوسری طرف پاکستانی ریاست کے خلاف اپنے خبثِ باطن کے اظہار کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ دنیا بھر میں ان کے مشن پاکستان کے خلاف جھوٹا پروپیگنڈا کرنے میں مصروف رہتے ہیں اور وہ خود پاکستان میں رہ کر، ریاست کے حساس مناصب پر قابض ہوکر، اس کی جڑیں کھوکھلی کرنے میں مگن ہیں۔ قادیانی افسران کی اسلام دشمنی کی تفصیلات ہر محبِ دین وملت کے لئے چشم کشا ہیں۔

جب قادیانی مسلمانوں کو کافر کہتے، خود کو مسلمان باور کرتے، اور اس پر ڈھٹائی سے ڈٹے ہوئے ہیں، پاکستان میں غیر مسلموں کے لئے جاری کردہ نظام کا حصہ بننے کو تیار نہیں، تو شدید ضرورت اس امر کی ہے کہ آئین پاکستان کے فیصلے کے بعد، قانونی طور پر قادیانی دجل وفریب کا راستہ بند کرنے کے قانونی اقدامات کئے جائیں۔ پاکستان میں الیکشن اصلاحات کا حالیہ بل، اسی قادیانی دراندازی کی ناروا سازش تھی، اور حکومتی ایوانوں سے اسی قادیانی موقف کی بازگشت ہی سننے میں آتی رہی ہے۔ اسلام آباد ہائی کورٹ کا حالیہ فیصلہ اسی دھوکہ دہی کا خاتمہ کرکے دستورِ پاکستان کے اہم تقاضے کے تحفظ کا نظام پیش کرتا ہے، جو واقعتاً بڑا قابل قدر اور ایمان افروز ایمانی بصیرت کا حامل فیصلہ ہے۔

جبکہ درحقیقت ہر قادیانی، اسلام کا نام لینے اور محمد ﷺ کے بعد مرزا قادیانی کو نبی ماننے کی بنا پر غیر مسلم ر کافر ہونے کے ساتھ مرتد بھی ہوتا ہے۔ اور مرتد کے احکام کافر سے مختلف ہیں اور اسے شرعی سزا دینا (کافر کے برعکس) مسلم حکومت کا فریضہ ہے۔ جبکہ قادیانی صرف مرتد ہی نہیں، بلکہ زندیق بھی ہیں کیونکہ وہ ضروریاتِ دین میں طعنہ زنی کرکے اسلام کا حلیہ مسخ کرتے اور مسلمانوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ الغرض قادیانی حضرات مرزا کو نبی ماننے کی بنا پر کھلے کافر ہیں، جس پر اُمت کے اجماعی فتوے اور دستوری فیصلہ بھی موجود ہے۔ پھر اسلام کا نام لینے کی بنا پر وہ نرے کافر نہیں بلکہ 'مرتد کافر' ہیں، اور اساسیاتِ اسلام میں طعنہ زنی اور لوگوں کو گمراہ کرنے کی بنا پر وہ کافر، مرتد اور زندیق بھی ہیں۔ ان میں تینوں اوصافِ فاسدہ مکفرہ جمع ہیں۔ دین میں جبر نہ ہونے کی بنا

پر نرے کافر کو اسلام پر مجبور نہیں کیا جاسکتا اور اسے کفر کی سزا بھی نہیں دی جاتی لیکن زندیق اور مرتد کو شرعی سزا دینا اسلامی حکومت پر واجب ہوتا ہے، جیسا کہ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے اس وقت تک بیٹھنا گوارا نہیں کیا جب تک یہودی ہو جانے والے مرتد کو سزائے قتل نہیں دے دی۔[1] جبکہ زندیق کا استیصال[2] مسلم حاکم کا اوّلین شرعی فریضہ ہے، جیسا کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مسیلمہ کذاب کے پیروکار بعض مرتد زنادقہ کے خاتمے میں معمولی تاخیر بھی گوارا نہیں کی۔ یہ تو اُصولی شرعی موقف ہے، تاہم حالات وواقعات کے تحت مرتد کی سزا کو مؤخر کیا جاسکتا ہے جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

فحيث ما كان للمنافق ظهور وتخاف من إقامة الحد عليه فتنة أكبر من بقائه عملنا بآية ﴿وَدَعْ أَذَاهُمْ﴾[3]

”جہاں منافقوں کا غلبہ ہو، اور ان پر سزا نافذ کرنے سے اس سے بڑے فتنہ کا اندیشہ ہو تو ہم وہاں اس آیت پر عمل کریں گے: اے نبی! آپ ان کی اذیّت کو چھوڑ دیں۔“

عالم اسلام کے معتمد فقہی ادارے رابطہ عالم اسلامی کی فقہ اسلامی اکیڈمی، جدہ کا اجماعی فتویٰ ہے کہ قادیانی نرے کافر کی بجائے مرتد ہیں:

وهذه الدعوى من ميرزا غلام أحمد تجعله وسائر مَن يوافقونه عليها مرتدين خارجين عن الإسلام. وأما اللاهورية فإنهم كالقاديانية في الحكم عليهم بالردة بالرغم من وصفهم ميرزا غلام أحمد بأنه ظل وبروز لنبينا محمد ﷺ.

”مرزا غلام احمد کا یہ دعویٰ اس کو اور اس کے ماننے والوں کو مرتد اور اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔ اور لاہوری بھی ارتداد میں قادیانیوں کی طرح ہی ہیں۔ باوجود اس کے کہ وہ مرزا قادیانی کو ہمارے نبی ﷺ کا ظلی اور بروزی مانتے ہیں۔“[4]

---

۱ قَالَ "لَا أَجْلِسُ حَتَّى أَقْتُلَهُ قَضَاءُ اللهِ وَرَسُولِهِ ﷺ" (صحیح بخاری:۷۱۵۷)

۲ مرتد کی سزا کے دو درجے ہیں: اگر وہ عامی شخص ہے تو اس کو خالص اسلام کی دعوت دینی چاہیے، ان کے شبہات کو رفع کرنا چاہیے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے مسیلمہ کے دو مرتد قاصدوں کو کلمہ اسلام کی دعوت دی (مسند احمد: رقم ۳۷۰۹) اور اگر وہ مرتدوں کا قائد / داعی یعنی زندیق ہے، اور اپنی گمراہی کو ہی حق سمجھنے پر مصر ہے تو اس کو توبہ کی دعوت کی بھی ضرورت نہیں۔ اور نہ اس کی توبہ کا کوئی اعتبار ہے، الا یہ کہ گرفتار ہونے سے پہلے توبہ کر چکا ہو۔ (الصارم المسلول مترجم: ص ۴۶۹، ناشر مکتبہ قدوسیہ، لاہور)

۳ الصارم المسلول از شیخ ابن تیمیہ: ص ۳۵۹

۴ بعض لاہوری قادیانی مرزا کو صرف مصلح قرار دیتے ہیں، لیکن ایسے شخص کو مصلح ماننا جو نبوت کا دعویٰ کرتا ہو، بھی ناجائز ہے۔

صدر قرار بالإجماع باعتبار العقيدة القاديانية المسماة أيضا بالأحمدية عقيدة خارجة عن الإسلام خروجا كاملا وأن معتنقيها كفار مرتدون عن الإسلام، وأن تظاهر أهلها بالإسلام إنما هو للتضليل والخداع. وأنه يجب علي المسلمين حكومات وعلماء وكُتّابا ومفكرين ودعاة وغيرهم مكافحة هذه النحلة الضالة وأهلها في كل مكان في العالم[1]

"اجماعی طور پر یہ قرار پایا کہ قادیانی عقیدہ جو احمدیت بھی کہلاتا ہے، اسلام سے کلیتاً خارج عقیدہ ہے۔ اور اس کے پیروکار کافر و مرتد ہیں۔ اور ان کا اپنے آپ کو مسلمان کہنا گمراہی اور دھوکہ دہی کے لئے ہے۔ اور مسلم حکمرانوں، علمائے کرام، اہل قلم، مفکرین، داعیوں وغیرہ کو اس گمراہ فرقے اور اس کے پیروکاروں کا پوری طرح، دنیا بھر میں توڑ کرنا چاہیے۔"

ان سب مسلّمہ حقائق اور شرعی و قانونی اقدامات کے باوجود قادیانیوں کی ساری جدوجہد اور جھوٹے دین کا فروغ اسلام کے جھنڈے تلے ہو رہا ہے، جیسا کہ سپریم کورٹ آف پاکستان نے اپنے فیصلہ میں یہ قرار دیا کہ

"قادیانی حکمت عملی اس سوداگر کے فراڈ سے گہری مماثلت رکھتی ہے جو اپنے گھٹیا سامان کو ایک شہرت یافتہ فرم کا اعلیٰ قسم کا معروف سامان ظاہر کر کے چلتا کرتا ہے۔ قادیانی یہ تسلیم کرلیں کہ ان کی تبلیغ اسلام کے لئے نہیں بلکہ کسی اور مذہب کی طرف ہے تو بے خبر مسلمان بھی اپنے ایمان کو چھوڑ کر کفر قبول کرنے سے نفرت کریں گے، بلکہ الٹا قادیانیوں کے دلوں سے احمدیت کا طلسم ٹوٹ جائے گا۔ اگر قادیانی آئینی دفعات کی پابندی کرتے تو اس (امتناع قادیانیت) آرڈیننس کے نفاذ کی ضرورت ہی پیش نہ آتی۔"[2]

اور اس سے قبل لاہور ہائیکورٹ بھی اپنے فیصلے میں ایسے ہی ریمارکس دے چکا ہے۔[3]

نوٹ: آئندہ شمارے میں اسلام آباد ہائی کورٹ کے چھ سوالات کے جوابات ملاحظہ فرمائیں۔ ان شاء اللہ

(ڈاکٹر حافظ حسن مدنی)

---

۱ عالمی فقہ اکیڈمی، جدہ کی دوسری کانفرنس ۲۲ تا ۲۸ دسمبر ۱۹۸۵ء کے موقع پر پہلے سیشن کی تیسری قرارداد کا متن

۲ فیصلہ سپریم کورٹ ۱۹۹۴ء، جسٹس عبد القدیر چودھری مرحوم... بحوالہ 'قادیانیت کے خلاف عدالتی فیصلے': ص ۲۰۱

۳ فیصلہ لاہور ہائیکورٹ، پی ایل ڈی ۱۹۹۲ء، لاہور...۱

دورِ جدید کا حدیثی لٹریچر: ایک تعارفی جائزہ

سمیع اللہ سعدی[1]

حدیث اسلامی شریعت کا اساسی ماخذ ہے۔ حدیث اور اس کے متعلقات پر پہلی صدی ہجری سے لیکر آج تک بلا تعطل کام جاری ہے اور بلا شبہ اُمت کے بہترین دماغوں نے علم حدیث کے بے شمار پہلوؤں پر کام کیا۔ علم حدیث کی تاریخ میں دورِ جدید بعض وجوہ سے نہایت اہمیت کا حامل ہے، کیونکہ امت مسلمہ کے اس دور زوال میں بھی علم حدیث مسلم اور غیر مسلم محققین کی توجہ کا خصوصی مرکز رہا ہے۔ اس مضمون میں ہم دورِ جدید میں علم حدیث پر ہونے والے متنوع کام کا ایک تعارفی جائزہ لیں گے۔

تعارفی جائزے سے پہلے موضوع سے متعلق چند تمہیدی باتیں پیش خدمت ہیں:

① اس مقالے میں دور جدید میں علم حدیث پر ہونے والے کام کا تعارف پیش کیا گیا ہے، اس پر بجا طور پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ دورِ جدید سے کیا مراد ہے؟ اور اس کی زمانی تحدید کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مسلم اُمت کا دورِ زوال اور مغرب کی بیداری کا زمانہ عمومی طور پر دورِ جدید کہلاتا ہے، اس کا اوائل مارٹن لوتھر کی تحریکِ اصلاح ہے، جس نے آگے چل کر جدیدیت اور اس کے ذیلی فلسفوں کی شکل اختیار کر لی اور بیسویں صدی کے نصف آخر سے سے مابعد جدیدیت میں ڈھل چکی ہے، اس کو اگر زمانی تحدید کی صورت میں بیان کیا جائے تو یوں کہا جاسکتا ہے کہ تقریباً آخری تین صدیاں دورِ جدید کہلاتی ہیں۔

② دور جدید میں علم حدیث پر ہونے والے کام کی متنوع درجہ بندی کی جاسکتی ہے:

(الف) اُمتِ مسلمہ کے مختلف مکاتب، جماعتوں اور گروہوں نے علم حدیث پر جو کام کیا ہے، ہر مکتبِ فکر کا کام الگ الگ بیان کیا جائے۔

(ب) عالم اسلام میں ہر ملک میں جو کام ہوا ہے، اسے ممالک وامصار کی ترتیب سے بیان کیا جائے۔

---

[1] ژوب... ایم فل سکالر، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد Sadyjan100@gmail.com

(ج) دور جدید کے کام کو زمانی ترتیب سے بیان کیا جائے۔

(د) دورِ جدید کے کام کو الف بائی ترتیب سے موسوعاتی شکل میں بیان کیا جائے۔

(ہ) دورِ جدید کے کام کو اہم جہات میں تقسیم کر کے بیان کیا جائے، اور جدید حدیثی ذخیرہ جن پہلوؤں اور جوانب پر مشتمل ہے، ان جہات کے اعتبار سے بیان کیا جائے۔

③ بعض وجوہ کی بنا پر مؤخر الذکر ترتیب کو ترجیح دی گئی ہے۔ اس لئے جدید ذخیرے کو جہات و جوانب میں تقسیم کر کے بیان کیا گیا ہے، جس میں یہ بات پیش نظر رہے کہ مقصود جدید ذخیرے کا احاطہ و استقصا کرنا نہیں ہے، بلکہ بنیادی مقصد یہ ہے کہ علم حدیث پر ہونے والے کام کی اہم جہات اور ان جہات کی بعض نمائندہ کتب سامنے آجائیں۔

④ مقصود چونکہ جہات کی نشاندہی ہے، اس لئے ہر ہر کتاب کا تفصیلی تعارف پیش نہیں کیا گیا، بلکہ بقدرِ ضرورت بعض اہم کتب پر تبصرہ کیا گیا ہے۔

⑤ اس تعارفی جائزے میں بنیادی طور پر اُردو اور عربی میں علم حدیث پر ہونے والے کام کا تعارف پیش کیا گیا ہے، طوالت کے پیش نظر دیگر زبانوں خصوصاً یورپی اور عالم اسلام کی مختلف قومی و علاقائی زبانوں میں علم حدیث پر ہونے والے کام کو شامل نہیں کیا گیا ہے۔ البتہ جن کتب کا اردو یا عربی میں ترجمہ ہو گیا ہے، اسے بھی تعارفی جائزے کا حصہ بنایا گیا ہے۔ نیز تمام جہات کی نشاندہی کے بعد دیگر زبانوں میں ہونے والے کام کی نشاندہی کی چنداں ضرورت نہیں ہے کیونکہ وہ بھی انہی جہات میں سے کسی نہ کسی جہت سے متعلق ہے۔

دورِ جدید میں علم حدیث اور احادیثِ نبویہ پر ہونے والے کام کی اہم جہات

پہلی جہت: دفاعِ حدیث

دور جدید میں اسلام پر جو متنوع فکری حملے ہوئے، ان میں حدیث و سنت کی حجیت اور تشریعی حیثیت میں تشکیک سر فہرست ہے۔ ان تشکیکات کا آغاز مستشرقین کی تحریروں سے ہوا اور عالم اسلام کے جدید تعلیم یافتہ اور مغرب کی فکری، علمی اور سائنسی بالادستی سے مرعوب طبقے تک پہنچ گیا، اور بالآخر عالم اسلام کے بعض اہم مفکرین بھی اس کے لپیٹ میں آگئے اور یوں حدیث و سنت پر تشکیکی گفتگو اہم ترین مباحث میں شامل ہو گئی، حدیث و سنت پر جملہ اعتراضات کی اگر ہم درجہ بندی کریں تو تین بڑے دائرے سامنے آتے ہیں:

① حدیث وسنت کی تدوین میں تشکیک کہ احادیث رسول اللہ ﷺ کے کئی صدیوں بعد مدوّن ہوئیں، اس لئے موجودہ ذخیرہ ناقابل اعتبار ہے۔

② رسول اللہ ﷺ کی تشریعی حیثیت کو چیلنج کرنا کہ آپ کے اقوال وافعال بعد والوں کے لئے قرآن کی طرح حجت نہیں ہیں، بلکہ یہ اسی زمانے کے لوگوں کے لئے تھے۔

③ حدیث وسنت پر مختلف قسم کے اعتراضات جیسے تشیع اور بعض صحابہ کی کردار کشی، فقہی احادیث کی وضعیت کا پروپیگنڈا، اور محدثین کرام پر مختلف قسم کے اعتراضات وغیرہ۔

اس لیے دفاعِ حدیث میں جو لٹریچر سامنے آیا وہ بھی بنیادی طور پر تین قسموں پر مشتمل تھا:

① حدیث کی تاریخ تدوین وکتابت

② حجیت سنت اور آپ ﷺ کی تشریعی حیثیت

③ شبہات متنوعہ اور ان کا رد

اب ہم ان تینوں جہات سے متعلق مواد کا مختصر تعارفی جائزہ لیتے ہیں:

۱۔ حدیث کی تاریخ تدوین وکتابت

حدیث کی تاریخ تدوین وکتابت پر عالم اسلام میں وسیع پیمانے پر کام ہوا اور مسلم مفکرین نے بڑے ٹھوس اور ناقابل تردید دلائل سے اس بات کو ثابت کیا کہ احادیث کے متعدد مجموعے زمانۂ نبوت میں ہی تیار ہوئے تھے۔ پھر دورِ صحابہ وتابعین میں اس پر مزید کام ہوا اور مصادرِ حدیث کے مدوّنین نے انہی صحائف ومجموعوں کو سامنے رکھ کر اپنی کتب تیار کیں۔ اس سلسلے کے چند اہم کام ملاحظہ ہوں:

① عربی میں اس پر سب سے تفصیلی اور ٹھوس کام ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی کا پی ایچ ڈی مقالہ ہے، جس پر کیمبرج یونیورسٹی سے انہیں پی ایچ ڈی کی ڈگری ملی۔ یہ مقالہ Studies in Early Hadith Litrature کے نام سے انگریزی زبان میں تھا۔ جسے بعد میں مصنف نے خود دراسات في الحديث النبوي وتاريخ تدوينه کے نام سے عربی میں منتقل کیا۔

② دوسری کتاب ڈاکٹر امتیاز احمد کا ضخیم مقالہ دلائل التوثيق المبكر للسنّة والحديث ہے۔ یہ بھی اسلامی ثقافتی موضوعات پر ہے اور انگریزی زبان میں لکھا گیا، بعد میں عربی میں منتقل کیا گیا۔ ان دو کتب کو اگر اس موضوع پر سب سے بہترین کتب کہا جائے تو شاید غلط نہ ہو۔

③ اُردو میں اس پر سب سے جامع کام مولانا مناظر احسن گیلانی کی ضخیم کتاب 'تدوین حدیث' ہے۔ جسے اگر اس موضوع پر 'بنیادی تحقیق' کہا جائے تو بے جانہ ہوگا۔

④ مذکورہ بالا کتب کے علاوہ بے شمار کام اس موضوع پر سامنے آئے ہیں، ذیل میں عربی اور پھر اُردو کی اہم کتب کی ایک فہرست پیش کی جاتی ہے:

١. **السنة قبل التدوين**، عجاج الخطيب، مكتبة وهبة القاهرة
٢. **بحوث فى تاريخ السنة المشرفة**، الدكتور ضياء العمري، مطبعة الإرشاد، بغداد
٣. **مباحث فى تدوين السنة المطهرة**، عطية الجبوري المطبعة العربية الحديثة، القاهرة
٤. **عبد الله بن عمرو بن العاص وصحيفته الصادقة**، محمد سيف الدين عليش الهيئة المصرية العامة للكتاب، القاهرة
٥. **صحائف الصحابة وتدوين السنة النبوية**، أحمد عبد الرحمن الصويان، القاهرة
٦. **السنة فى عصر النبوة**، الأحمدى عبد الفتاح خليل، القاهرة
٧. **السنة بعد عصر النبوة**، المصنف المذكور
٨. **صحيفتا عمرو بن شعيب وبهز بن حكيم عند المحدثين والفقهاء**، محمد على بن الصديق، وزارة الشؤون الإسلامية و الأوقاف
٩. **الصحابة وجهودهم في خدمة الحديث النبوى**، محمد نوح، دار الوفاء، مصر
١٠. **مشكلة تدوين الحديث في العهد النبوي**، حسن شا بندر، دار العلم والتحقيق، بيروت
١١. **منهجية تدوين السنة وجمع الأناجيل دراسة مقارنة**، عزيه علي طه، مصر
١٢. **السنة النبوية في عصر الرسول والصحابة**، سعيد مصطفى عسكر، مصر
١٣. **وحى السنة إلىٰ نبى الأمة، مراحل حفظ السنة النبوية**،عبد الرحمن الرافعى، مصر
١٤. **كتابة الحديث النبوى وجمعه وتدوينه**، كمال الدين المرسى دار المعرفة، مصر
١٥. **تاريخ تدوين السنة وشبهات المستشرقين**، حاكم العبيسان المطيرى، مجلس النشر العلمى، الكويت
١٦. **السنة النبوية وعلومها**، أحمد عمر هاشم، القاهرة

اُردو کتب

۱۔ تاریخ تدوین حدیث از ڈاکٹر محمد زبیر صدیقی

۲۔ تاریخ تدوین حدیث از مولانا ہدایت اللہ ندوی

۳۔ تاریخ حفاظت حدیث واصول حدیث از ڈاکٹر فضل احمد

۴۔ حدیث کی تدوین عہد صحابہ و تابعین از حکیم عبد الشکور

۵۔ حفاظت وحجیتِ حدیث از مولانا محمد فہیم عثمانی

۶۔ صحیفہ ہمام بن منبہ ترجمہ و تشریح ڈاکٹر حمید اللہ (تاریخ تدوین حدیث پر انتہائی قیمتی مباحث)

۷۔ کتابت حدیث از مولانا منت اللہ رحمانی

۸۔ کتابت حدیث عہد نبوی میں از مولانا سید ابو بکر غزنوی

۹۔ کتابتِ حدیث عہد رسالت و عہد صحابہ میں از مفتی رفیع عثمانی

۱۰۔ علم حدیث اور اس کا ارتقا از قاری روح اللہ مدنی

۱۱۔ روایت و تدوین حدیث در عہد بنی اُمیہ از رضیہ سلطانہ (پی ایچ ڈی مقالہ، پنجاب یونیورسٹی)

۱۲۔ تاریخ حدیث از غلام جیلانی برق

۱۳۔ حفاظت حدیث از ڈاکٹر خالد علوی

۱۴۔ عہد بنو امیہ میں محدثین کی خدمات، فنی فکری اور تاریخی مطالعہ از عبد الغفار بخاری

۱۵۔ تاریخ تدوین حدیث از مولانا عبد الرشید نعمانی

۱۶۔ تدوینِ حدیث کے اسالیب و مناہج آغازِ اسلام سے ۵۸ھ تک از عبد الحمید عباسی

۱۷۔ تدوین حدیث از اطہر بن جعفر

۲۔ حجیت حدیث اور آپ علیہ السلام کی تشریعی حیثیت

منکرین حدیث کا دوسرا بڑا ہدف نبی پاک ﷺ کی تشریعی حیثیت تھی، کہ احادیث آپ ﷺ کے ذاتی اقوال و آرا ہیں، جو نہ تو وحی پر مبنی ہیں اور نہ قرآن کی رو سے اس کو ماننا لازم ہے۔ وحی الٰہی صرف اور صرف قرآن کی شکل میں ہے۔ مسلم علمانے اس نکتہ پر بڑی تفصیل سے بحث کی اور آپ ﷺ کی تشریعی حیثیت کو دلائل نقلیہ و عقلیہ سے ثابت کیا، اس پہلو پر درجہ ذیل اہم کام ہوئے ہیں:

① عربی میں اس پر سب سے جاندار کام ڈاکٹر مصطفی السباعی کی ضخیم کتاب **السنة ومكانتها في التشريع الاسلامی** ہے جس میں مصنف نے تفصیل سے اس پہلو پر کلام کیا ہے اور اس حوالے سے ہونے والے تمام اہم اشکالات کا جواب دیا ہے۔

② معروف مصری عالم اور جامعہ ازہر کے پروفیسر ڈاکٹر عبد الغنی عبد الخالق کی مفصل کتاب **حجية السنة** دوسرا اہم ترین کام ہے، یہ دنوں کتب اپنی اہمیت اور موضوع پر حرفِ آخر ہونے کی وجہ سے اُردو میں بھی ڈھل چکے ہیں۔

③ اُردو میں بے شمار کام سامنے آئے ہیں، بالخصوص مولانا محمد اسمٰعیل سلفی کی حجیت حدیث، حافظ عبد اللہ روپڑی کی حجیت احادیث نبویہ، مولانا مودودی کی سنت کی آئینی حیثیت، نعیم صدیقی کی رسول اور سنت رسول، پیر کرم شاہ ازہری کی سنت خیر الانام، مولانا ادریس کاندھلوی کی حجیت حدیث، مولانا فضل احمد غزنوی کی دو جلدوں میں صحیح مقام حدیث، مولانا حبیب الرحمن اعظمی کی نصرة الحدیث، مولانا مفتی تقی عثمانی کی کتاب حجیتِ حدیث اور ڈاکٹر مظہر یاسین صدیقی کی کتاب وحی حدیث سر فہرست کتب ہیں۔

اس موضوع پر عربی واردو کی اہم کتب کی فہرست ذیل میں دی جا رہی ہے:

عربی کتب

١. **السنة النبوية ومكانتها في ضوء القران الكريم**، لدكتور حبيب الله مختار
٢. **الحديث حجة بنفسه في العقائد والأحكام**، محمد ناصر الدين الألباني
٣. **حجية السنة وتاريخها**، حسين شواط
٤. **السنة النبوية ومكانتها في التشريع**، عباس دار القومية، القاهرة، متولى حمادة
٥. **حفظ الله السنة**، أحمد بن فارس السلوم، دار البشائر الإسلامية، بيروت
٦. **السنة النبوية حجة وتدوينًا**، محمد صالح الغرسي، مؤسسة الريان، بيروت
٧. **السنة حجة على جميع الأمة**، محمد بكار زكريا، دار البشائر الإسلامية، بيروت
٨. **السنة النبوية المطهرة مبينة للقران ومثبتة للأحكام**، محمد بكر إسماعيل، دار النهضة، بيروت

٩. مكانة السنة فى التشريع الإسلامى، لدكتور محمد لقمان سلفى، دار الوعى
١٠. حجية السنة النبوية ودور الأصوليين فى الدفاع عنها، عبد الحى عزت، القاهرة
١١. الدرر البهية فى بيان حجية السنة النبوية ومكانتها فى الإسلام، عبد الواحد خميس القاهرة
١٢. السنة النبوية المطهرة قسم من الوحى الالٰهى المنزل، محمد على الصابوني، رابطة العالم الإسلامى، مكة المكرمة
١٣. التلازم بين الكتاب و السنة من خلال الكتب الستة، صالح بن سليمان البقعاوى، دار المعراج، الرياض
١٤. السنة النبوية وبيانها للقرآن الكريم، محمد أحمد حسين دار خضر، بيروت
١٥. مكانة السنة فى الإسلام، محمد محمد أبو زهو دار الكتاب، بيروت
١٦. السنة المطهرة والتحديات، نور الدين عتر، دار الفلاح، الشام
١٧. السنة مع القرآن، سيد لأحمد رمضان، دار الطباعة، القاهرة
١٨. الرسول وسنته التشريعية، عبد الحليم محمود، مجمع البحوث الإسلامية، القاهرة
١٩. السنة النبوية حجيتها وتدوينها، عبد الماجد غورى

اُردو کتب

١۔ اسلام میں سنت کا مقام — از مولانا عبد الغفار حسن
٢۔ بصائر السنۃ (دو جلد) — از مولانا محمد امین الحق
٣۔ ضربِ حدیث — از حکیم محمد صادق سیالکوٹی
۴۔ حجیت حدیث — از مولانا بدر عالم میرٹھی (ترجمان السنۃ سے انتخاب)
۵۔ حدیث اور قرآن — از سید ابو الاعلیٰ مودودی
٦۔ حدیثِ رسول کا قرآنی معیار — از قاری محمد طیب
٧۔ سنت کا تشریعی مقام — از مولانا محمد ادریس میرٹھی
٨۔ سنت رسول کیا ہے اور کیا نہیں؟ — از مولانا عاصم الحداد

۹۔ شوقِ حدیث	از مولانا سرفراز خان صفدر
۱۰۔ مطالعۂ حدیث	از مولانا محمد حنیف ندوی
۱۱۔ ضرورتِ حدیث	از قاضی زاہد الحسینی
۱۲۔ علمِ حدیث	از مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلوی
۱۳۔ عظمتِ حدیث	از مولانا عبد الغفار حسن
۱۴۔ فہمِ حدیث	از حافظ عبد القیوم ندوی
۱۵۔ مقامِ حدیث	از مشتاق احمد چشتی

۳۔ شبہات متنوعہ اور ان کا رد

مستشرقین اور منکرین حدیث نے حدیث کو مشکوک بنانے اور اس کے انکار کی فضا ہموار کرنے کے لئے متعدد دلائل کا سہارا لیا اور حدیث کی ثقاہت پر متنوع پہلوؤں سے حملہ کیا۔ حجیت حدیث کے لٹریچر کا ایک دائرہ ان اشکالات واعتراضات کا جواب ہے۔ اس سلسلے میں درج ذیل اہم کام سامنے آئے ہیں:

① عرب دنیا میں حدیث کے انکار کی سب سے توانا آواز معروف مصری مفکر محمود ابوریہ نے اٹھائی اور اس نے أضواء على السنة المحمدية لکھ کر حدیث پر مستشرقین کے اعتراضات کو نئے انداز سے دہرایا اور خاص طور پر حضرت ابوہریرہ ؓ کو ہدفِ تنقید بنایا۔ اس کے علاوہ ذخیرہ احادیث کو بیانی، اعتقادی، فقہی اور صدرِ اول کے دیگر اختلافات کا نتیجہ بتانے کی کوشش کی۔ کتبِ حدیث سے لے کر جرح وتعدیل تک مختلف پہلوؤں سے حدیث پر اعتراضات کئے۔ ابوریہ کی کتاب نے علمی حلقوں میں اضطراب کی نئی لہر پیدا کی اور عالمِ عرب سے ابوریہ کی کتاب کے متعدد جوابات لکھے گئے جن میں عبد الرزاق حمزہ کی ظلمات أبي رية أمام أضواء السنة المحمدية، عبد الرحمٰن معلمی کی الأنوار الكاشفة لما في كتاب أضواء السنة من الزلل والتضليل والمجازفة، محمد عجاج الخطیب کی أبو هريرة راوية الإسلام، علی احمد سالوس کی قصة الهجوم على السنة، محمد ابوشہبہ کی دفاع عن السنة اہم کتب ہیں۔

② برصغیر میں انکار حدیث کو باقاعدہ ایک منہج کے طور پر پروان چڑھانے میں سرخیل غلام احمد پرویز ہیں، اس کے علاوہ ڈاکٹر غلام جیلانی برق نے بھی حدیث پر متعدد پہلوؤں سے اعتراض کیا اگرچہ بعد

میں وہ انکارِ حدیث سے تائب ہوگئے۔ ہر دو حضرات کے اشکالات و اعتراضات کے جواب میں مولانا عبد الرحمٰن کیلانی کی ضخیم کتاب آئینہ پرویزیت، مولانا حافظ محمد گوندلوی کی دو جلدوں پر مشتمل کتاب دوامِ حدیث، مولانا سرفراز خان صفدر کی انکار حدیث کے نتائج، مولانا صفی الرحمن مبارکپوری کی انکار حدیث حق یا باطل؟، مجلہ محدث لاہور کا فتنہ انکارِ حدیث نمبر، جناب مسعود احمد کی برہان المسلمین اور تفہیم اسلام، محمد خالص راز کی خالص اسلام بجواب دو اسلام، مولنا عبد الرءوف رحمانی کی صیانۃ الحدیث، علامہ ایوب دہلوی کی فتنہ انکار حدیث اور افتخار احمد بلخی کی انکارِ حدیث کا پس منظر اور پیش منظر اہم کتب ہیں۔ اس کے علاوہ اس موضوع پر درجہ ذیل کتب قابل ذکر ہیں:

عربی کتب

١. **أبو هريرة وعي العلم**، هاشم عقليل عزوز، دار القبلة، جدة
٢. **السنة النبوية في كتابات أعداء الاسلام مناقشتها والرد عليها**، عماد سيد الشربينى، دار اليقين، مصر
٣. **دفع الشبهات عن السنة النبوية**، عبد المهدى عبد القادر، القاهرة
٤. **شبهات وشطحات منكرى السنة**، أبي إسلام أحمد عبد الله، المركز الإسلامى، القاهرة
٥. **الشبهات الثلاثون المثارة لإنكار السنة النبوية: عرض وتفنيد ونقض**، عبد العظيم إبراهيم، مكتبة وهبة، القاهرة
٦. **السنة النبوية ومطاعن المبتدعين فيها**، مكى شامى، دار عمان، الأردن
٧. **موقف المستشرقين من السنة**، إمامة الجبال، دار الفيحاء، دمشق
٨. **المستشرقون والحديث النبوى**، محمد بهاؤ الدين، دار النفائس، دمشق
٩. **البرهان من تبرئه من البهتان**، عبد الله بن عبد العزيز، دار النصر، القاهرة
١٠. **موقف المدرسة العقلية الحديثة من الحديث النبوى**، شفيق بن عبد الله، المكتب الإسلامى، بيروت
١١. **موقف المدرسة العقلية من السنة النبوية**، الأمين الصادق مكتبة الرشد، الرياض
١٢. **ردّ شبه المنكرين لحجية السنة** لحمدى صبح دار النهضة، القاهرة

١٣. زوابع فی السنة قديمًا وحديثا، صلاح الدين مقبول أحمد، دار عالم الكتب، الرياض
١٤. دفاع عن السنة النبوية الشريفة، عزيه على طه، دار القلم، الكويت
١٥. القرانيون و شبهاتهم حول السنة، لدكتور خادم الٰهی بخش مكتبة الصديق، الطائف
١٦. اهتمام المحدثين بنقد الحديث سندًا ومتنًا ودحض مزاعم المستشرقين وأتباعهم، الدكتور محمد لقمان السلفی، الرياض
١٧. السنة المفترى عليها، سالم على البهنساوی، دار البحوث العلمية، الكويت
١٨. دفاع عن أبي هريرة، عبد المنعم صالح دار الشروق، بيروت
۱۹. منكرو السنة فی ميزان العقل والشرع، محمد نعيم ساعى، مكتبة أم القرى، القاهرة

اُردو کتب

۱۔ احادیثِ بخاری و مسلم کو مذہبی داستانیں بنانے کی ناکام کوشش از مولانا ارشاد الحق اثری
۲۔ انکار حدیث ایک فتنہ ایک سازش — از محمد فرمان
۳۔ نصرۃ الباری فی بیان صحۃ البخاری — از مولانا عبد الروف جھنڈا نگری
۴۔ برق اسلام بجواب طلوع اسلام — از مولانا شرف الدین دہلوی
۵۔ پرویز نے کیا سوچا؟ — از ڈاکٹر سبطین لکھنوی
۶۔ دلیل الفرقان بجواب اہل الاسلام — از مولانا ثناء اللہ امر تسری
۷۔ صحیح قرآنی فیصلے — از مولانا فضل احمد غزنوی
۸۔ فتنہ انکار حدیث — از مفتی ولی حسن خان ٹونکی
۹۔ فتنہ انکار حدیث اور اس کا پس منظر — از مولانا عاشق الٰہی
۱۰۔ فتنہ پرویز و حقیقت حدیث — از منشی عبد الرحمٰن خان
۱۱۔ قرآنی خرافات بجواب پرویزی خرافات — از منور حسین سیف الاسلام دہلوی
۱۲۔ قول فیصل — از ماہر القادری
۱۳۔ مسئلہ انکار حدیث کا تاریخی و تنقیدی جائزہ از ڈاکٹر فضل احمد
۱۴۔ منکرین حدیث کے مغالطے — از جسٹس ملک غلام علی
۱۵۔ نصرۃ القرآن — از مولانا عبد الحمید ارشد

نوٹ: دفاعِ حدیث کے ضمن میں 'ردود و مناقشات' پر تصانیف کو مستقل جہت کے طور پر آگے ذکر کیا گیا ہے۔

دوسری جہت: علوم الحدیث

مصطلح الحدیث پر معاصر سطح پر متنوّع کام ہوا ہے اور بلاشبہ کمیت و کیفیت میں قابل قدر اور قابل ذکر تصانیف لکھی گئیں ہیں، علم اُصول حدیث پر ہونے والے جدید کام کو چار جہات میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

① علم اُصول حدیث کی جدید ترتیب و تدوین
② متونِ قدیمہ کی تشریح و توضیح
③ اُصول حدیث کے مختلف موضوعات پر خصوصی تصنیفات
④ مصطلح الحدیث پر تطبیقی کام

ا۔ علم اُصولِ حدیث کی جدید ترتیب و تدوین

دورِ جدید میں علوم اسلامیہ کی تجدید اور نئے طرز پر ترتیب و تدوین کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں، اور ہر علم و فن میں اس حوالے سے متعدد کاوشیں منظر عام پر آئی ہیں، اُصول حدیث کے مباحث کی ترتیب جدید اور تہذیب و تنقیح پر بھی معاصر سطح پر قابل قدر کام ہوا ہے، چند اہم کاوشوں کی نشان دہی کی جاتی ہے:

① معروف شامی عالم ڈاکٹر نور الدین عتر کی کتاب **منهج النقد في علوم الحديث** بلاشبہ مصطلح الحدیث کی ترتیبِ جدید کی نمائندہ کتاب ہے، اس کتاب میں مصنف نے اُصول حدیث کے جملہ مباحث کو اوّلاً بڑے دائروں میں تقسیم کر کے پھر ہر ایک دائرے کی ذیلی شاخیں اور فروعات نکالی ہیں، اس طرح سے مکمل علم کو ایک مرتب و مربوط شکل دی ہے۔

② معروف مصری محقق ڈاکٹر محمد محمد السماحی نے اُصول حدیث کو بسط و تفصیل کے ساتھ موسوعاتی شکل میں بیان کرنے کے لئے کئی جلدوں پر مشتمل مفصل کتاب **المنهج الحديث في علوم الحديث** لکھی ہے، جس میں تفصیل کے ساتھ مصطلح الحدیث کو بیان کیا ہے۔

③ 'اصطلاحات المحدثین' سلطان محمود محدث جلالپوری، اس پر مولانا ابو عمار عمر فاروق سعیدی ﷾ نے تسہیل واضافہ کیا ہے جسے دار الابلاغ، لاہور نے 'امثال اصطلاحات المحدثین' کے نام سے شائع کیا۔

④ مولانا ظفر احمد عثمانی کی کتاب **قواعد في علوم الحديث** مصطلح الحدیث کی کتب میں بیان کردہ قواعد واصول کی تنقیح و تہذیب کے اعتبار سے ایک نئی کاوش ہے، یہ کتاب دراصل **إعلاء السنن** کا طویل

مقدمہ ہے، جس میں مصنف نے خاص طور پر فقہا کے طرز پر قواعدِ حدیث کو بیان کیا ہے اور حدیث کے قبول وردّ میں فقہا و محدثین کے مناہج کے فرق کو واضح کیا ہے۔

ان کے علاوہ اس موضوع پر بے شمار کام سامنے آئے ہیں، اور اُصولِ حدیث پر جدید ترتیب، تسہیل اور تدوین کے ساتھ مختصر و ضخیم کتب لکھی گئیں ہیں، چند اہم کتب کی فہرست دی جاتی ہے:

١. **قواعد التحديث من فنون مصطلح الحديث**، جمال الدين القاسمى، مؤسسة الرسالة، بيروت
٢. **المصباح فى أصول الحديث**، سيد قاسم التركي، مكتبة الزمان، المدينة المنورة
٣. **توجيه النظر إلىٰ أصول الأثر**، الشيخ طاهر الجزائرى، مكتب المطبوعات، حلب
٤. **الوسيط فى علوم الحديث**، الدكتور محمد أبو شهبة، دار المعرفة، جدة
٥. **علوم الحديث ومصطلحه**، الدكتور صبحي صالح، دار العلم، بيروت
٦. **لمحات في أصول الحديث**، محمد أديب صالح، دار العلم، بيروت
٧. **تيسير مصطلح الحديث**، الأستاذ محمود الطحان
٨. **الإيضاح فى علوم الحديث والاصطلاح**، الشيخ مصطفٰى سعيد الخن و الدكتور سيد اللحام دار الكلم الطيب، دمشق
٩. **إسبال المطر على قصب السكر**، محمد بن اسماعيل اليماني، تحقيق وتخريج وتعليق: الشيخ محمد رفيق الأثري، دارالسلام، الرياض.
١٠. **ألفية الحديث مع التعليقات الأثرية**، الحافظ زين عبد الرحيم العراقي، محمد رفيق الأثري، دار الحديث جلال فور فيروالا، ١٩٦٨م
١١. **مصطلح الحديث**، محمد بن صالح العثيمين، دارابن الجوزي، الرياض، ١٤٣٠هـ
١٢. **شرح منظومة ألقاب الحديث**، محمد بن عبد القادر بن علي بن يوسف الفاسي، تحقيق: محمد مظفر الشيرازي، الجامعة الاسلامية، صادق آباد، ١٩٩٥م
١٣. **أطيب المنح في علم المصطلح**، عبد الكريم مراد وعبد المحسن العباد، فاروقي كتب خانه، لاهور
١٤. **تقسيم الحديث إلى صحيح وحسن وضعيف بين واقع المحدثين ومغالطات المتعصّبين**، ردّ على أبي غدة ومحمد عوامه، الدكتور بيع بن هادي عمير المدخلي،

دارالسلام ، الرياض، الطبعة الاولى، ١٤١١هـ
١٥. **المنقول نقد المحك المميز بين المردود والمقبول**، ابن قيم الجوزية، مكتبة الرضوان، الطبعة الأولى، ٢٠١٨م
١٦. **أحسن البداية في أصول الرواية**، خليل الرحمن حبيب الرحمن، جامعة أبي بكر الإسلامية، كراتشي
١٧. **كتابة السنة في عهد النبي ﷺ والصحابة رضوان الله علهيم**، الدكتور رفعت فوزي عبد المطلب، دارالوفاء، مصر، الطبعة الاولى، ٢٠٠٧م
١٨. **الموازنة بين المتقدمين والمتأخرين في تصحيح الأحاديث وتعليلها**، حمزة عبدالله المليباري، داراابن حزم، بيروت، الطبعة الأولى، ١٩٩٥ء
١٩. **الثمرات الجنية شرح المنظومة البيقونية**، شيخ عبد الله بن عبد الرحمن الجبرين، ويليه البيان المكمل في تحقيق الشاذ والمعلّل لقاضي حسين بن محسن الأنصاري اليماني، دار العاصمة، الرياض، الطبعة الأولى، ١٩٩٧م(البيان المكمل کا مقدمہ مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔)
٢٠. **فتح المغيث بشرح ألفية الحديث** للعراقي، أبي عبد الله محمد بن عبد الرحمن السخاوي، تحقيق و تعليق علي حسين علي
٢١. **تحرير علوم الحديث**، عبد الله بن يوسف، الجديع دار الريان، بيروت
٢٢. **المنهاج الحديث فى علوم الحديث**، الدكتور شرف القضاة، الأكاديميون للنشر والتوزيع، عمان
٢٣. **المنهج الحديث في تسهيل علوم الحديث**، الدكتور على نائف البقاعى، دار البشائر الإسلامية، بيروت
٢٤. **موسوعة علوم الحديث وفنونه**،عبد الماجد غورى (٦٨-٨٢) داراابن كثير ٢٠٠٧م
٢٥. **الموجز فى علوم الحديث**، محمد علي أحمدين، القاهرة
٢٦. **الأسلوب الحديث فى علوم الحديث**، محمد أمين، القاهرة
٢٧. **تبسيط علوم الحديث وأدب الرواية**، محمد نجيب المطيعى، مطبعة حسان، القاهرة
٢٨. **علوم الحديث**، عبد الكريم زيدان وعبد القهار داؤد عبد الله، مكتبة جامعة بغداد

٢٩.منهج التحديث فى علوم الحديث، رجب إبراهيم، صقر دار الطباعة، القاهرة
٣٠.النهج الحديث فى مختصر علوم الحديث، علي محمد نصر، رابطة العالم الإسلامى، المكة المكرمة
٣١.المختصر الوجيز فى علوم الحديث، محمد عجاج الخطيب، مؤسسة الرسالة، بيروت
٣٢.أُصول الحديث النبوي علومه و مقاييسه، عبد المجيد هاشم، دار الشروق، القاهرة
٣٣.قواعد مصطلح الحديث، محمود عمر هاشم، القاهرة
٣٤.النهج المعتبر في مصطلح أهل الأثر، عبد الموجود عبد اللطيف دار الطباعة، القاهرة
٣٥.علوم السنة وعلوم الحديث دراسة تاريخية حديثيه أصولية، عبد اللطيف محمد عامر، مكتبة وهبة، القاهرة
٣٦.مهمات علوم الحديث، إبراهيم آل كليب دار الوراق، الرياض
٣٧.قطف الثمر من علم الأثر، محمد أحمد سالم، القاهرة
٣٨.المنهل الحديث فى علوم الحديث، توفيق أحمد سالمان، القاهرة

اُردو کتب

۱۔التحدیث فی علوم الحدیث — از ڈاکٹر عبد الرءوف ظفر
۲۔علوم الحدیث؛مطالعہ و تعارف — از رفیق احمد سلفی
۳۔علوم الحدیث؛ایک تعارف — از مبشر نذیر
۴۔علوم حدیث رسول — از ڈاکٹر رانا محمد اسحاق
۵۔آسان اصول حدیث — از خالد سیف اللہ رحمانی
۶۔علوم الحدیث؛مصطلحات و علوم — از ڈاکٹر خالد علوی
۷۔فوائد جامعہ بر عجالہ نافعہ — از ڈاکٹر عبد الحلیم چشتی
۸۔علم حدیث مصطلاحات اور اصول — از ڈاکٹر محمد ادریس زبیر، الہدیٰ انٹرنیشنل، اسلام آباد
۹۔اصول حدیث — از ڈاکٹر حمید اللہ عبد القادر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور
۱۰۔اصول التخریج — از مولانا عزیر یونس سلفی، دار العلوم محمدیہ، لوکوورکشاپ، لاہور
۱۱۔حجیت حدیث: شریعت اسلامیہ میں حدیث رسول کا مقام — از حافظ عبد الستار الحماد، دار السلام، لاہور

۱۲۔ عظمتِ حدیث از حافظ صلاح الدین یوسف، دار السلام، لاہور

۲۔ متونِ اُصولِ حدیث کی تشریح وتوضیح

مصطلح الحدیث پر دورِ جدید میں ہونے والے کام کا بڑا حصہ اُصول حدیث کی بنیادی کتب کی تشریح، توضیح اور ان پر تعلیقات ہیں۔اس سلسلے میں مصطلح الحدیث کی جملہ بنیادی کتب پر شروحات لکھی گئی ہیں، الرامہرمزی کی **المحدث الفاصل**، حاکم نیسابوری کی **معرفة علوم الحديث**، خطیب بغدادی کی **الكفاية**، قاضی عیاض کی **الالماع**، ابن الصلاح کا **مقدمة**، ابن کثیر کی **اختصار علوم الحديث**، ابن دقیق العید کی **الاقتراح**، علامہ ذہبی کی **الموقظة**، جرجانی کی **المختصر**، حافظ ابن حجر کی **نخبة الفكر**، عراقی کی **الفية** اور علامہ سیوطی کی **تدريب الراوی** سمیت اُصولِ حدیث کی جملہ بنیادی کتب، متون ومنظومات کی شروحات وتعلیقات منظر عام پر آئی ہیں، چند اہم کاوشوں کی فہرست دی جارہی ہے:

١. **شرح اختصار علوم الحديث**، أحمد محمد شاكر دار العاصمة، الرياض
٢. **تسهيل شرح نخبة الفكر**، محمد أنور البدخشاني، إدارة القرآن، كراتشي
٣. **تقريب التدريب**، صلاح محمد عويضة، دار الكتب العلمية، بيروت
٤. **السعي الحثيث إلى شرح اختصار علوم الحديث**، عبد العزيز بن الصغير دخان، مؤسسة الرسالة، بيروت
٥. **إسعاف ذوي الوطر بشرح نظم الدّرر في علم الأثر للسيوطي**، محمد بن على الأثيوبي، مكتبة ابن تيمية، جدة
٦. **شرح البيقونية في مصطلح الحديث**، محمد بن صالح العثيمين، مكتبة السنة، القاهرة
٧. **ظفر الأمانى بشرح مختصر السيد شريف الجرجانى**، عبد الحى اللكهنوى، دار الكتب العلمية، بيروت
٨. **المنهل الراوى من تقريب النواوى**، سعيد مصطفى الخن، دار الملاح، دمشق
٩. **كفاية الحفظة**، شرح المقدمة الموقظة، سليم بن عيد الهلالي
١٠. **شرح نزهة النظر**، محمد بن صالح العثيمين، مكتبة السنة، القاهرة
١١. **منحة المغيث شرح ألفية الحديث**، محمد إدريس كاندهلوى

(جاری ہے)

تشہدِ صلوٰۃ میں انگشتِ شہادت سے حرکت کی کیفیت

قاری محمد مصطفی راسخ[1]
افادات: مولانا ڈاکٹر حافظ عبد الرحمٰن مدنی حفظہ اللہ[2]

استفتاء: تشہد میں انگشت شہادت اٹھانے اور نہ اٹھانے کا مسئلہ اہل حدیث اور حنفیہ کے درمیان مختلف فیہ رہا ہے۔ خلاصہ کیدانی کی رو سے بعض متعصّب حنفیہ تو انگلی اُٹھانے کے اتنے مخالف رہے ہیں کہ اس پر افغانستان میں نہ صرف مار کٹائی بلکہ انگلی توڑ دینے یا کاٹ دینے کی وارداتیں بھی ہوتی رہی ہیں۔ چونکہ برصغیر میں سنّی اسلام افغانستان کے ذریعہ سے آیا، اس لئے برصغیر کے دین دار لوگ بھی اسی تشدد اور تعصّب کا شکار ہیں۔ برصغیر پاک وہند میں اہل حدیث کے سرخیل سید نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور نواب صدیق حسن خان رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کو سمجھا جاتا ہے۔ ماضی قریب میں حافظ عبد اللہ محدث روپڑی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ محمد گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے راسخ علم کے وارث مولانا اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عطاء اللہ حنیف رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ رہے ہیں۔ اہل حدیث کے امتیازی مسائل میں تشہد میں انگشت شہادت کے اُٹھانے کا مسئلہ بھی ہے۔ لیکن مشکل اس وقت پیدا ہوئی جب شیخ عبد العزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ محمد ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ کی بعض جزوی مسائل میں تحقیق برصغیر پاک وہند کے علما کے موافق نہ ہوئی جبکہ سعودی عرب کے علما سے عقائد میں اتفاق کی بنا پر یہاں کے علما بھی سلفی کہلاتے ہیں۔ عوام اہل حدیث میں شرعی منہاج میں اتفاق کی بجائے جزوی مسائل کے امتیازات کو بھی اہمیت دی جاتی ہے، اس لئے ایسے مسائل پر بھی معرکہ آرائی ہونے لگی۔ جہاں کہیں کسی عالم سے عقیدت ہوئی وہی جزوی مسائل کا بھی مرجع بن گیا۔ ان دنوں رکوع کے بعد ارسال الیدین یا وضع الیدین کے علاوہ انگشت شہادت کے بارے میں تحقیقات کے نام پر کئی رواج فروغ پا رہے ہیں۔ شیخ محمد ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ کے انگشتِ شہادت کے بارے میں دو موقف ہیں کہ آپ تشہد میں اُنگلی اٹھانے یا مسلسل حرکت دینے کے جواز کے قائل ہیں، لیکن عوام اہل حدیث نے مسلسل حرکت دینے کا معمول بنالیا ہے۔ مجلس التحقیق الاسلامی ایک

١ مفتی مجلس التحقیق الإسلامی، پاکستان
٢ بانی ورئیس مجلس التحقیق الاسلامی، پاکستان

تحقیقی ادارہ ہے جو کسی شخصیت کی عقیدت کی بجائے کتاب وسنت کی غیر جانبدارانہ تحقیق کے لئے معروف ہے۔ میری درخواست ہے کہ اس مسئلے کی کتاب وسنت کی روشنی میں وضاحت فرمادیں۔ بیّنوا تؤجروا
(قاری محمد زبیر، موضع ماچھی وال، بوریوالہ)

جواب: سائل نے تشہد میں انگشتِ شہادت کے بارے میں سوال کیا ہے اس کا تعلق مختلف الحدیث کی قبیل سے ہے۔ فقہ الحدیث میں جمہور فقہاے اسلام پہلے جمع وتطبیق کی کوشش کرتے ہیں، اگر جمع نہ ہوسکے تو تقدیم وتاخیر کی تلاش کرتے ہیں تاکہ انہیں ناسخ ومنسوخ قرار دیا جاسکے جبکہ آخری صورت ترجیح کی اختیار کی جاتی ہے۔ عہدِ اسلاف میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ لا الٰہ الا اللہ پر انگشتِ شہادت کو بلند کرنے کا فتویٰ دیتے تھے۔ مشرقِ وسطیٰ میں شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے جب احادیث کی تصحیح وتضعیف کی اہمیت کو اُجاگر کیا تو فقہی مسائل میں بھی ان کے بعض جزوی مسائل یا شذوذ نے شہرت اختیار کر لی۔ برصغیر پاک وہند میں اس مسئلہ میں جو مختلف شکلیں اختیار کی ہیں، وہ درج ذیل ہیں:

① تشہد میں انگشتِ شہادت سے اشارہ کا موقع 'لا الٰہ الا اللہ' ہے۔ جیسا کہ ائمہ ثلاثہ امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ سے منسوب ہے جو بعض متعصب حنفیہ کے تقلیدی موقف کے بالمقابل برصغیر پاک وہند کے اجلّ علما کے فتاویٰ میں موجود ہے اور اس پر ایک عرصہ سے عمل کیا جارہا ہے۔

② شیخ محمد ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ بالا موقف نمبر ا کے علاوہ تشہد کی ابتدا سے انتہا تک مسلسل حرکت دینے کی ایک مزید صورت بھی پیش کی ہے۔ جس پر شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ کی عقیدت میں کئی نئے مفتی حضرات صرف اسی کیفیت کو اختیار کرنے پر زور دیتے اور عمل پیرا ہیں۔

③ کچھ ظاہر بین مفتی حضرات ایک ایسا موقف بھی اختیار کررہے ہیں جس کا قائل ہمارے علم کی حد تک سلف میں عموماً اور خلف میں اہل حدیث علما میں سے کوئی بھی نہیں ہے۔ جو تشہد کے شروع سے لیکر آخر تک انگلی کو حرکت دیئے بغیر کھڑا رکھنے کا ہے۔

یہ مسئلہ نماز کی کیفیت اور حالت کے باریک مسائل میں سے ایک ہے۔ اس مسئلہ میں آج کل پاک وہند کے سلفی علماء محدث العصر شیخ محمد ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے کی وجہ سے کوئی مضبوط موقف اختیار کرنے میں اُلجھاؤ کا شکار ہیں، حالانکہ اہل حدیث / سلفی کسی مخصوص عالم کی تقلید نہیں کرتے۔ بلکہ وہ ہر عالم کی رائے کو کتاب وسنت پر پیش کرتے ہیں۔ برصغیر کے نامور اساتذہ شیخ الکل فی الکل سید نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے لیکر حافظ عبد اللہ محدث روپڑی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ محمد گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے سلفی مفتی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد بن

حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اجتہاد کی موافقت میں 'لا الہ الا اللہ' پر انگشتِ شہادت کو بلند کرنے کا موقف اختیار[1] کرتے آئے ہیں۔ مذکورہ بالا مسئلہ میں شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ایک اجتہادی موقف ہی ہے جو متنوّع احادیث اور مختلف طرق روایت کی روشنی میں فقہ الحدیث کی ایک صورت ہے۔ اس مسئلہ کی تحقیق کی غرض سے ہم پہلے متعلقہ احادیث وطرق پیش کرتے ہیں پھر مختلف الحدیث میں مذکورہ بالا طریق کار کے مطابق تمام احادیث وطرق کو جمع کرنے کی کوشش کریں گے۔ ان شاء اللہ

ا۔ انگشتِ شہادت اٹھانے یا اشارہ کرنے والی احادیث

① سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا جَلَسَ فِي الصَّلَاةِ وَضَعَ يَدَيْهِ عَلَى رُكْبَتَيْهِ، وَرَفَعَ إِصْبَعَهُ الْيُمْنَى الَّتِي تَلِي الْإِبْهَامَ[2]

"نبی کریم ﷺ جب نماز (کے تشہد) میں بیٹھتے تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھ لیتے اور اپنی دائیں اُنگلی اٹھالیتے جو انگوٹھے کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔"

اس حدیثِ مبارکہ میں اُنگلی اٹھانے کا ذکر ہے۔

② سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا قَعَدَ يَدْعُو، وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى فَخِذِهِ الْيُمْنَى، وَيَدَهُ الْيُسْرَى عَلَى فَخِذِهِ الْيُسْرَى، وَأَشَارَ بِإِصْبَعِهِ السَّبَّابَةِ، وَوَضَعَ إِبْهَامَهُ عَلَى إِصْبَعِهِ الْوُسْطَى[3]

"نبی کریم ﷺ جب (نماز کے تشہد میں) بیٹھتے تو دعا کرتے، اپنے دائیں ہاتھ کو اپنی دائیں ران اور بائیں ہاتھ کو بائیں ران پر رکھ لیتے اور اپنی سبابہ اُنگلی سے اشارہ کرتے۔ اور اپنے انگوٹھے کو اپنی درمیانی انگلی پر رکھ لیتے تھے۔"

---

۱ جیسا کہ مولانا حافظ عبد اللہ محدث روپڑی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "اس تشہد کو پڑھتے ہوئے جب أشهد ان لا إله إلا الله کے لفظ پر پہنچے تو سبّاحہ انگلی اُٹھائے، اس سے توحید کی طرف اشارہ ہے۔ اشارہ کرتے وقت اُس کو ہلاتا رہے، اگر نہ ہلائے تو بھی جائز ہے۔ اور اپنی نظر انگلی کی طرف رکھے۔" (تعلیم الصلاۃ: ص ۳۴) طبع چہارم، ۱۹۹۵ء

۲ صحیح مسلم: ۵۸۰

۳ صحیح مسلم: ۵۷۹

اس حدیثِ مبارکہ میں انگلی سے اشارہ کرنے اور گرہ لگانے کا تذکرہ ہے۔

③ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ إِذَا قَعَدَ فِي التَّشَهُّدِ وَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرَى عَلَى رُكْبَتِهِ الْيُسْرَى، وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى رُكْبَتِهِ الْيُمْنَى، وَعَقَدَ ثَلَاثَةً وَخَمْسِينَ، وَأَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ[1]

”نبی کریم ﷺ جب تشہد میں بیٹھتے تو اپنے دائیں ہاتھ کو اپنے دائیں گھٹنے پر اور بائیں ہاتھ کو بائیں گھٹنے پر رکھ لیتے اور ترپین (۵۳) کی گرہ بناتے اور اپنی سبابہ انگلی سے اشارہ کرتے۔“

اس حدیثِ مبارکہ میں بھی انگلی سے اشارہ کرنے اور ترپین (۵۳) کی گرہ[2] لگانے کا تذکرہ ہے۔

④ نافع مولی عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ إِذَا جَلَسَ فِي الصَّلَاةِ وَضَعَ يَدَيْهِ عَلَى رُكْبَتَيْهِ، وَأَشَارَ بِإِصْبَعِهِ، وَأَتْبَعَهَا بَصَرَهُ، ثُمَّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَهِيَ أَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنَ الْحَدِيدِ» يَعْنِي السَّبَّابَةَ.[3]

”سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جب نماز (کے تشہد) میں بیٹھتے تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھ لیتے اور اپنی اُنگلی سے اشارہ کرتے اور اپنی اس انگلی پر رکھتے، پھر فرماتے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یہ (سبابہ) انگلی شیطان پر ہتھوڑے سے زیادہ بھاری ہے۔“

اس حدیثِ مبارکہ میں انگلی سے اشارہ کرنے اور اس پر نگاہ رکھنے کا بیان ہے۔

⑤ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا جَلَسَ فِي الصَّلَاةِ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى رُكْبَتِهِ، وَرَفَعَ

---

۱ صحیح مسلم: ۵۸۰

۲ نبی کریم ﷺ کے دور میں اشارے سے گنتی پیش کرنے کا طریقہ یہ تھا کہ دائیں ہاتھ سے ننانوے (۹۹) تک کی گنتی کی متعین علامتیں اختیار کی جاتیں جبکہ بائیں ہاتھ سے سیکڑہ اور ہزار کی علامتیں مخصوص تھیں۔ ترپین (۵۳) کی گرہ کی صورت یہ تھی کہ دائیں ہاتھ کی (انگوٹھے سمیت) تین انگلیاں بند کر کے انگشتِ شہادت کو کھڑا کرتے۔ انگوٹھے کی کیفیت یوں ہوتی کہ انگشتِ شہادت کی جڑ میں انگوٹھے کا سرا رکھتے۔ یہ ترپین ہندسے کی گرہ ہے جو حدیث میں ذکر ہوئی ہے۔ احادیث میں تشہد کے لئے ہاتھ کی ایک کیفیت یہ بھی وارد ہوئی ہے کہ انگوٹھے اور درمیانی انگلی کا حلقہ بنا لیا جائے اور دو چھوٹی انگلیاں بند رکھی جائیں۔ اس طرح انگشتِ شہادت اشارہ کے لئے الگ ہو جاتی ہے۔

۳ مسند احمد: ۶۰۰۰

إِصْبَعَهُ الَّتِي تَلِي الإِبْهَامَ يَدْعُو بِهَا، وَيَدُهُ الْيُسْرَى عَلَى رُكْبَتِهِ بَاسِطَهَا عَلَيْهِ»[1]

"نبی کریم ﷺ جب تشہد میں بیٹھتے تو اپنے دائیں ہاتھ کو اپنے گھٹنے پر رکھتے اور انگوٹھے کے ساتھ ملی ہوئی انگلی کو اُٹھا لیتے، وہ اس کے ساتھ دعا کرتے تھے۔ اور بائیں ہاتھ کو بائیں گھٹنے پر رکھ لیتے۔ اس حال میں اسے اس پر پھیلائے ہوئے ہوتے تھے۔"

اس حدیثِ مبارکہ میں انگلی اٹھانے اور اس کے ساتھ دعا کرنے کا بیان ہے۔

⑥ سیدنا عباس بن سہل سعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اجْتَمَعَ أَبُو حُمَيْدٍ، وَأَبُو أُسَيْدٍ، وَسَهْلُ بْنُ سَعْدٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ، فَذَكَرُوا صَلَاةَ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ: ... وَوَضَعَ كَفَّهُ الْيُمْنَى عَلَى رُكْبَتِهِ الْيُمْنَى، وَكَفَّهُ الْيُسْرَى عَلَى رُكْبَتِهِ الْيُسْرَى، وَأَشَارَ بِأُصْبُعِهِ - يَعْنِي السَّبَّابَةَ -[2]

"سیدنا ابو حمید، سیدنا ابو اُسید، سیدنا سہل بن سعد اور سیدنا محمد بن مسلمہ اکٹھے ہوئے اور نبی کریم ﷺ کی نماز کا تذکرہ کیا۔ سیدنا ابو حمید نے کہا:... نبی کریم ﷺ جب تشہد میں بیٹھتے تو اپنی دائیں ہتھیلی اپنے دائیں گھٹنے پر اور بائیں ہتھیلی اپنے بائیں گھٹنے پر رکھ لیتے اور اپنی انگلی سے اشارہ کرتے یعنی سبابہ سے۔"

اس حدیثِ مبارکہ میں بھی سبابہ انگلی سے اشارہ کا بیان ہے۔

⑦ سیدنا نمیر خزاعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ وَاضِعًا يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى فَخِذِهِ الْيُمْنَى فِي الصَّلَاةِ، يُشِيرُ بِأُصْبُعِهِ[3]

"میں نے نبی کریم ﷺ کو نماز میں دیکھا کہ آپ اپنا دایاں ہاتھ اپنی دائیں ران پر رکھے ہوئے تھے، اپنی انگلی سے اشارہ کرتے تھے۔"

اس حدیثِ مبارکہ میں بھی سبابہ انگلی سے اشارہ کا بیان ہے۔

⑧ علی بن عبد الرحمن معاوی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رَآنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ وَأَنَا أَعْبَثُ بِالْحَصَى فِي الصَّلَاةِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ نَهَانِي فَقَالَ:

---

۱ جامع ترمذی: ۲۹۴، قال الألبانی: صحیح

۲ جامع ترمذی: ۲۹۳، قال الألبانی: صحیح

۳ مسند أحمد: ۱۵۸۶۷ قال شعیب: صحیح لغیرہ

اصْنَعْ كَمَا كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَصْنَعُ، فَقُلْتُ: وَكَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَصْنَعُ؟ قَالَ: «كَانَ إِذَا جَلَسَ فِي الصَّلَاةِ وَضَعَ كَفَّهُ الْيُمْنَى عَلَى فَخِذِهِ الْيُمْنَى، وَقَبَضَ أَصَابِعَهُ كُلَّهَا وَأَشَارَ بِإِصْبَعِهِ الَّتِي تَلِي الْإِبْهَامَ[1]

"مجھے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا اور میں نماز میں کنکریوں سے کھیل رہا تھا۔ جب وہ پھرے تو مجھے منع کیا اور فرمایا: تم اس طرح کرو جس طرح نبی کریم ﷺ کیا کرتے تھے۔ میں نے پوچھا کہ نبی کریم ﷺ کس طرح کیا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: جب وہ نماز میں بیٹھتے تو تو اپنی دائیں ہتھیلی کو اپنی دائیں ران پر رکھ لیتے اور اپنی تمام انگلیوں کو بند کر لیتے اور انگوٹھے کے ساتھ والی انگلی سے اشارہ کرتے تھے۔"

اس حدیثِ مبارکہ میں بھی سبابہ انگلی سے اشارہ کا بیان ہے۔

⑨ سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا قَعَدَ يَدْعُو، وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى فَخِذِهِ الْيُمْنَى، وَيَدَهُ الْيُسْرَى عَلَى فَخِذِهِ الْيُسْرَى، وَأَشَارَ بِإِصْبَعِهِ السَّبَّابَةِ...[2]

"نبی کریم ﷺ جب نماز میں بیٹھتے تو دعا کرتے، اپنے دائیں ہاتھ کو اپنی دائیں ران پر اور بائیں ہاتھ کو اپنی بائیں ران پر رکھتے اور اپنی سبابہ انگلی سے اشارہ کرتے۔"

اس حدیثِ مبارکہ میں بھی سبابہ انگلی سے اشارہ کا بیان ہے۔

⑩ سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قُلْتُ لَأَنْظُرَنَّ إِلَى صَلَاةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، كَيْفَ يُصَلِّي؟ ... وَرَأَيْتُهُ يَقُولُ هَكَذَا، وَأَشَارَ بِشْرٌ بِالسَّبَّابَةِ مِنَ الْيُمْنَى وَحَلَّقَ الْإِبْهَامَ وَالْوُسْطَى[3]

" میں نے کہا: میں ضرور نبی کریم ﷺ کی نماز کی طرف دیکھوں کہ آپ کیسے نماز پڑھتے ہیں؟...میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ اس طرح کرتے ہیں، بشر راوی نے دائیں ہاتھ کی سبابہ انگلی سے اشارہ کیا اور انگوٹھے اور درمیانی انگلی سے حلقہ بنایا۔"

---

١ صحیح مسلم: ۵۸۰

٢ صحیح مسلم: ۵۷۹

٣ سنن نسائی: ۱۲۶۶ قال الألباني: صحیح

اس حدیث مبارکہ میں بھی سبابہ انگلی سے اشارہ کا بیان ہے۔

⑪ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا قَعَدَ فِي الصَّلَاةِ... وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرَى عَلَى رُكْبَتِهِ الْيُسْرَى، وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى فَخِذِهِ الْيُمْنَى، وَأَشَارَ بِإِصْبَعِهِ[1]

"نبی کریم ﷺ جب نماز (کے تشہد) میں بیٹھتے ---تو اپنے بائیں ہاتھ کو اپنے بائیں گھٹنے پر اور اپنے دائیں ہاتھ کو اپنی دائیں ران پر رکھ لیتے اور اپنی انگلی سے اشارہ کرتے۔"

اس حدیث مبارکہ میں بھی انگلی سے اشارہ کا بیان ہے۔

⑫ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا جَلَسَ فِي الثِّنْتَيْنِ أَوْ فِي الْأَرْبَعِ يَضَعُ يَدَيْهِ عَلَى رُكْبَتَيْهِ، ثُمَّ أَشَارَ بِأُصْبُعِهِ.[2]

"نبی کریم ﷺ جب دو یا چار رکعتوں میں بیٹھتے تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھ لیتے، پھر اپنی انگلی سے اشارہ کرتے۔"

اس حدیث مبارکہ میں بھی انگلی سے اشارہ کا بیان ہے۔

⑬ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا جَلَسَ فِي التَّشَهُّدِ، وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى فَخِذِهِ الْيُمْنَى، وَيَدَهُ الْيُسْرَى عَلَى فَخِذِهِ الْيُسْرَى، وَأَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ، وَلَمْ يُجَاوِزْ بَصَرُهُ إِشَارَتَهُ[3]

"نبی ﷺ جب تشہد میں بیٹھتے تو اپنے دائیں ہاتھ کو اپنی دائیں ران پر اور بائیں ہاتھ کو اپنی بائیں ران پر رکھتے اور اپنی سبابہ انگلی سے اشارہ کرتے اور اپنی نظر انگلی کے اشارے سے آگے نہ گزارتے۔"

اس حدیثِ مبارکہ میں انگلی سے اشارہ کرنے اور اپنی نگاہ اشارے پر رکھنے کا بیان ہے۔

⑭ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے:

... فَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى فَخِذِهِ الْيُمْنَى، وَأَشَارَ بِأُصْبُعِهِ الَّتِي تَلِي الْإِبْهَامَ فِي

---

۱ صحیح مسلم: ۵۷۹

۲ سنن نسائی: ۱۱۶۲، قال الالبانی: صحیح

۳ مسند أحمد: ۱۶۱۰۰ قال شعیب: حدیث صحیح

الْقِبْلَةِ، وَرَمَى بِبَصَرِهِ إِلَيْهَا أَوْ نَحْوِهَا، ثُمَّ قَالَ: «هَكَذَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَصْنَعُ»[1]

''نبی کریم ﷺ نے اپنے دائیں ہاتھ کو اپنی دائیں ران پر رکھا اور انگوٹھے کے ساتھ والی اپنی انگلی سے قبلہ کی جانب اشارہ کیا اور اپنی نظر اُنگلی کی طرف رکھی، پھر کہا: میں نے نبی کریم ﷺ کو ایسے ہی کرتے ہوئے دیکھا ہے۔''

اس حدیث مبارکہ میں انگلی سے اشارہ کرنے اور اپنی نگاہ انگلی پر رکھنے کا بیان ہے۔

۲۔ اشارہ کے ساتھ دعا کرنے والی احادیث

⑮ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا جَلَسَ فِي الصَّلَاةِ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى رُكْبَتِهِ، وَرَفَعَ إِصْبَعَهُ الَّتِي تَلِي الإِبْهَامَ يَدْعُو بِهَا، وَيَدُهُ الْيُسْرَى عَلَى رُكْبَتِهِ بَاسِطَهَا عَلَيْهِ»[2]

''نبی ﷺ جب نماز میں بیٹھتے تو اپنے دائیں ہاتھ کو اپنے گھٹنے پر رکھ لیتے اور انگوٹھے کے ساتھ والی اپنی انگلی کو اوپر اٹھا لیتے، اس سے دعا کرتے تھے، اور بائیں ہاتھ کو اپنے گھٹنے پر رکھتے اور اس پر پھیلا دیتے۔''

اس حدیثِ مبارکہ میں انگلی اٹھانے کے ساتھ دعا کرنے کا بھی ذکر ہے۔

⑯ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا جَلَسَ فِي الصَّلَاةِ وَضَعَ يَدَيْهِ عَلَى رُكْبَتَيْهِ، وَرَفَعَ إِصْبَعَهُ الْيُمْنَى الَّتِي تَلِي الإِبْهَامَ، فَدَعَا بِهَا وَيَدُهُ الْيُسْرَى عَلَى رُكْبَتِهِ بَاسِطَهَا عَلَيْهَا[3]

''نبی کریم ﷺ جب نماز میں بیٹھتے تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھ لیتے اور انگوٹھے کے ساتھ والی دائیں ہاتھ کی انگلی کو اوپر اٹھا لیتے، اس سے دعا کرتے، اور بائیں ہاتھ کو اپنے گھٹنے پر رکھتے اور اس پر پھیلا دیتے۔''

اس حدیث مبارکہ میں بھی انگلی اٹھانے کے ساتھ دعا کرنے کا بھی ذکر ہے۔

---

۱ سنن نسائی: ۱۱۶۱، قال الألبانی: حسن صحیح
۲ جامع ترمذی: ۲۹۴، قال الألبانی: صحیح
۳ صحیح مسلم: ۵۸۰

⑰ سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ قَدْ حَلَّقَ بِالْإِبْهَامِ وَالْوُسْطَى، وَرَفَعَ الَّتِي تَلِيهِمَا، يَدْعُو بِهَا فِي التَّشَهُّدِ[1]

”میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ اُنہوں نے انگوٹھے اور درمیانی انگلی سے حلقہ بنایا اور ان دونوں سے ملی ہوئی انگلی کو اٹھایا، وہ اس کے ساتھ تشہد میں دعا کرتے تھے۔“

اس حدیث مبارکہ میں بھی اُنگلی اٹھانے کے ساتھ دعا کرنے کا بھی ذکر ہے۔

⑱ سیدنا نمیر خزاعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رَأَيْتُ رَسُولَ اللہِ ﷺ وَهُوَ قَاعِدٌ فِي الصَّلَاةِ قَدْ وَضَعَ ذِرَاعَهُ الْيُمْنَى عَلَى فَخِذِهِ الْيُمْنَى، رَافِعًا بِأُصْبُعِهِ السَّبَّابَةِ، قَدْ حَنَاهَا شَيْئًا وَهُوَ يَدْعُو[2]

”میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ وہ نماز میں بیٹھے تھے اور اُنہوں نے اپنی دائیں کلائی کو اپنی دائیں ران پر رکھا ہوا تھا، اس حال میں اپنی سبابہ انگلی کو اٹھائے ہوئے تھے، اس تھوڑا سا جھکایا ہوا تھا اور وہ دعا کر رہے تھے۔“

اس حدیثِ مبارکہ میں بھی انگلی اٹھانے کے ساتھ دعا کرنے کا بھی ذکر ہے۔

⑲ سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

... ثُمَّ قَبَضَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ فَحَلَّقَ حَلْقَةً، ثُمَّ رَفَعَ إِصْبَعَهُ، فَرَأَيْتُهُ يُحَرِّكُهَا يَدْعُو بِهَا[3]

”--- پھر آپ نے اپنی انگلیاں بند کر لیں اور ایک حلقہ بنایا، پھر اپنی ایک انگلی کو اٹھایا، میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ اسے حرکت دیتے ہیں اور اس کے ساتھ دعا کرتے ہیں۔“

اس حدیثِ مبارکہ میں بھی انگلی اٹھانے کے ساتھ دعا کرنے کا بھی ذکر ہے۔ اس حدیثِ مبارکہ میں حرکت دینے سے متعلق الفاظ کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

⑳ سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

---

۱ سنن ابن ماجہ: ۹۱۲، قال الألبانی: صحیح

۲ مسند أحمد: ۱۵۸۶۶ قال شعیب: حديث صحيح لغيره، دون قوله: قد حناها شيئًا، وهذا إسناد ضعيف

۳ مسند أحمد: ۱۸۸۷۰ قال شعیب: حديث صحيح دون قوله: "فرأيته يحركها يدعو بها" فهو شاذ انفرد به زائدة

أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ جلَسَ فِي الصَّلَاةِ، فَافْتَرَشَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى، وَوَضَعَ ذِرَاعَيْهِ عَلَى فَخِذَيْهِ، وَأَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ يَدْعُو بِهَا[1]

"انہوں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ نماز میں بیٹھے، اپنا بایاں پاؤں بچھایا اور اپنی دونوں کلائیوں کو اپنی دونوں رانوں پر رکھا اور سبابہ سے اشارہ کیا، آپ اس کے ساتھ دعا کرتے تھے۔"

اس حدیث مبارکہ میں بھی انگلی اٹھانے کے ساتھ دعا کرنے کا بھی ذکر ہے۔

(۲۱) سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«...وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى فَخِذِهِ الْيُمْنَى، وَنَصَبَ أُصْبُعَهُ لِلدُّعَاءِ، وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرَى عَلَى فَخِذِهِ الْيُسْرَى» ، قَالَ: ثُمَّ أَتَيْتُهُمْ مِنْ قَابِلٍ فَرَأَيْتُهُمْ يَرْفَعُونَ أَيْدِيَهُمْ فِي الْبَرَانِسِ[2]

"نبی کریم ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ اپنی دائیں ران پر رکھا اور اپنی انگلی کو دعا کے لئے کھڑا کر دیا اور بایاں ہاتھ اپنی بائیں ران پر رکھا۔ راوی کہتے ہیں: پھر میں ان کے سامنے سے آیا، میں نے دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھوں کو چادروں میں اُٹھاتے تھے۔"

اس حدیثِ مبارکہ میں بھی انگلی اٹھانے کے ساتھ دعا کرنے کا بھی ذکر ہے۔

(۲۲) سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"قُلْتُ لَأَنْظُرَنَّ إِلَى صَلَاةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ كَيْفَ يُصَلِّي، فَنَظَرْتُ إِلَيْهِ ... ثُمَّ قَبَضَ اثْنَتَيْنِ مِنْ أَصَابِعِهِ وَحَلَّقَ حَلْقَةً، ثُمَّ رَفَعَ إِصْبَعَهُ فَرَأَيْتُهُ يُحَرِّكُهَا يَدْعُو بِهَا"[3]

"میں نے کہا کہ میں ضرور نبی کریم ﷺ کی نماز کو دیکھوں گا کہ وہ کیسے نماز پڑھتے ہیں، میں نے آپ کی طرف دیکھا... پھر آپ نے اپنی دو انگلیوں کو قبضہ میں لیا اور ایک حلقہ بنایا، پھر آپ نے اپنی انگلی کو اُٹھایا، میں نے دیکھا کہ وہ اسے حرکت دیتے ہیں اور اس کے ساتھ دعا کرتے ہیں۔"

اس حدیث مبارکہ میں بھی انگلی اٹھانے کے ساتھ دعا کرنے کا بھی ذکر ہے۔

(۲۳) سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

---

۱ سنن نسائی: ۱۲۶۵ وقال الألبانی: صحیح الإسناد

۲ سنن نسائی: ۱۱۶۰ وقال الألبانی: صحیح الإسناد

۳ سنن نسائی: ۸۹۰ وقال الألبانی صحیح

رَأى النَّبِيَّ ﷺ يَدْعُو كَذٰلِكَ[1]

"اُنہوں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ وہ اس طرح دعا کرتے ہیں۔"

اس حدیث مبارکہ میں بھی دعا کرنے کا ذکر ہے۔

(۳۴) سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مَرَّ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ، وَأَنَا أَدْعُو بِأَصَابِعِي، فَقَالَ: «أَحِّدْ، أَحِّدْ»، وَأَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ[2]

"میرے پاس سے نبی کریم ﷺ گزرے اور میں اپنی دو انگلیوں کے ساتھ دعا کر رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "ایک سے، ایک سے" اور سبابہ سے اشارہ فرمایا۔"

اس حدیث مبارکہ میں بھی انگلی سے دعا کرنے کا ذکر ہے۔ نیز اس امر کی وضاحت ہے کہ دعا دو انگلیوں سے نہیں بلکہ ایک اُنگلی سے ہوگی۔

۳۔ انگشتِ شہادت سے محل اشارہ والی احادیث

(۳۵) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَنَّ رَجُلًا كَانَ يَدْعُو بِإِصْبَعَيْهِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَحِّدْ أَحِّدْ» : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صحيح غَرِيبٌ وَمَعْنَى هَذَا الحَدِيثِ إِذَا أَشَارَ الرَّجُلُ بِإِصْبَعَيْهِ فِي الدُّعَاءِ عِنْدَ الشَّهَادَةِ لَا يُشِيرُ إِلَّا بِإِصْبَعٍ وَاحِدَةٍ[3]

"ایک آدمی دو انگلیوں سے دعا کرتا تھا، نبی کریم ﷺ نے اس سے کہا: "ایک سے، ایک سے": یہ حدیث غریب ہے اور اس کا معنیٰ یہ ہے کہ جب آدمی شہادت کے وقت دعا میں دو انگلیوں سے اشارہ کرے تو اسے صرف ایک انگلی سے اشارہ کرنا چاہئے۔"

اس حدیثِ مبارکہ میں انگلی کو حرکت دینے کے محل کا بیان ہے کہ شہادت کے وقت ہی انگلی اٹھا کر اشارہ کیا جائے۔

(۳۶) سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

---

۱ سنن نسائی: ۱۲۷۱ و قال الألباني: صحیح

۲ سنن نسائی: ۱۲۷۴، قال الألباني: صحیح

۳ سنن نسائی: ۱۲۷۳، قال الألباني: صحیح، جامع ترمذی: رقم ۳۵۵۷، حسن صحیح

إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَصْنَعُ ذَلِكَ، وَكَانَ الْمُشْرِكُونَ يَقُولُونَ: إِنَّمَا يَصْنَعُ هَذَا مُحَمَّدٌ بِإِصْبَعِهِ يَسْحَرُ بِهَا، وَكَذَبُوا إِنَّمَا كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَصْنَعُ ذَلِكَ يُوَحِّدُ بِهَا رَبَّهُ عَزَّ وَجَلَّ[1]

"نبی کریم ﷺ یہ کرتے تھے، اور مشرکین کہتے تھے کہ یہ محمد ﷺ اپنی اس انگلی کے ساتھ جادو کرتے ہیں۔ اور انہوں نے جھوٹ کہا ہے، بے شک نبی کریم ﷺ یہ کرتے تھے، اور آپ اللہ تعالیٰ کی توحید بیان کرتے تھے۔"

اس حدیثِ مبارکہ میں انگلی کو حرکت دینے کے محل کا بیان ہے کہ شہادت کے وقت بھی انگلی اٹھا کر اشارہ کیا جائے۔

۲۷۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: "هَكَذَا الْإِخْلَاصُ" يُشِيرُ بِأُصْبُعِهِ الَّتِي تَلِي الْإِبْهَامَ"[2]

"بے شک نبی کریم ﷺ نے کہا: 'ایسے اخلاص ہوتا ہے۔' آپ انگوٹھے کے ساتھ ملی ہوئی انگلی سے اشارہ کرتے۔"

اس حدیث مبارکہ میں اخلاص و توحید کے لئے انگلی کو اشارہ دینے کا بیان ہے۔

۲۸۔ سیدنا عیزار فرماتے ہیں:

سُئِلَ ابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ الرَّجُلِ يَدْعُو يُشِيرُ بِأُصْبُعِهِ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: "هُوَ الْإِخْلَاصُ"[3]

"سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس آدمی کے بارے میں سوال کیا گیا جو دعا کرتا ہے، اپنی انگلی سے اشارہ کرتا ہے۔ سیدنا ابن عباس نے فرمایا: 'یہی اخلاص ہے'۔"

اس حدیث مبارکہ میں بھی اخلاص و توحید کے لئے انگلی کو اشارہ دینے کا بیان ہے۔

---

۱ مسند احمد: ۱۶۵۷۲، قال شعیب وغیرہ: اسنادہ ضعیف

۲ السنن الکبریٰ للبیہقی: جلد ۲/ص ۱۹۱ نمبر ۲۷۹۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۲۰۰۳ء

۳ السنن الکبریٰ للبیہقی: جلد ۲/ص ۱۹۱ نمبر ۲۷۹۴

۴۔ اشارہ کے وقت انگشت شہادت کی حرکت یا عدم حرکت والی احادیث

الف: اشارہ کے وقت انگشتِ شہادت کو حرکت دینے والی احادیث

۲۹۔ سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"قُلْتُ لَأَنْظُرَنَّ إِلَى صَلَاةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ كَيْفَ يُصَلِّي، فَنَظَرْتُ إِلَيْهِ ... وَجَعَلَ حَدَّ مِرْفَقِهِ الْأَيْمَنِ عَلَى فَخِذِهِ الْيُمْنَى، ثُمَّ قَبَضَ اثْنَتَيْنِ مِنْ أَصَابِعِهِ وَحَلَّقَ حَلْقَةً، ثُمَّ رَفَعَ إِصْبَعَهُ فَرَأَيْتُهُ يُحَرِّكُهَا يَدْعُو بِهَا"[1]

"میں نے کہا کہ میں ضرور نبی کریم ﷺ کی نماز کو دیکھوں گا کہ وہ کیسے نماز پڑھتے ہیں، میں نے آپ کی طرف دیکھا... پھر آپ نے اپنی دو انگلیوں کو قبضہ میں لیا اور ایک حلقہ بنایا، پھر آپ نے اپنی انگلی کو اٹھایا، میں نے دیکھا کہ وہ اسے حرکت دیتے ہیں اور اس کے ساتھ دعا کرتے ہیں۔"

اس حدیث مبارکہ میں انگلی اٹھانے کے ساتھ حرکت دینے اور دعا کرنے کا تذکرہ ہے۔

۳۰۔ سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

... ثُمَّ قَبَضَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ فَحَلَّقَ حَلْقَةً، ثُمَّ رَفَعَ إِصْبَعَهُ، فَرَأَيْتُهُ يُحَرِّكُهَا يَدْعُو بِهَا[2]

"پھر آپ نے اپنی انگلیوں کو قبضہ میں لیا اور ایک حلقہ بنایا، پھر آپ نے اپنی انگلی کو اٹھایا، میں نے دیکھا کہ وہ اسے حرکت دیتے ہیں اور اس کے ساتھ دعا کرتے ہیں۔"

اس حدیث مبارکہ میں بھی انگلی اٹھانے کے ساتھ حرکت دینے اور دعا کرنے کا تذکرہ ہے۔

ب: اشارہ کے وقت انگشت شہادت کی عدم حرکت والی احادیث

۳۱۔ سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُشِيرُ بِأُصْبُعِهِ إِذَا دَعَا، وَلَا يُحَرِّكُهَا»[3]

"بیشک نبی ﷺ جب دعا کرتے تو اپنی انگلی سے اشارہ کرتے تھے اور اسے حرکت نہیں دیتے تھے۔"

اس حدیثِ مبارکہ میں انگلی اٹھانے کے ساتھ ساتھ دعا کرنے اور حرکت نہ دینے کا تذکرہ ہے۔

---

۱ سنن نسائی: ۸۸۹ و قال الألبانی: صحیح

۲ مسند أحمد: ۱۸۸۷۰ قال شعیب: حديث صحيح دون قوله: "فرأيته يحركها يدعو بها" فهو شاذ انفرد به زائدة

۳ سنن نسائی: ۱۲۷۱ قال الالبانی: صحیح لكن زيادة ولا يحركها شاذة

۳۲۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَنَّهُ كَانَ يَضَعُ يَدَهُ الْيُمْنَى على رُكْبَتِهِ الْيُمْنَى وَيَدَهُ الْيُسْرَى على رُكْبَتِهِ الْيُسْرَى وَيُشِيرُ بِإِصْبُعِهِ وَلا يُحَرِّكُهَا[1]

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنا دایاں ہاتھ اپنی دائیں ران پر اور بایاں ہاتھ اپنی بائیں ران پر رکھتے اور اپنی انگلی سے اشارہ کرتے اور اسے حرکت نہ دیتے تھے جب دعا کرتے تو اپنی انگلی سے اشارہ کرتے تھے اور اسے حرکت نہیں دیتے تھے۔''

اس حدیثِ مبارکہ میں بھی انگلی اٹھانے کے ساتھ ساتھ دعا کرنے اور حرکت نہ دینے کا تذکرہ ہے۔

مذکورہ بالا روایات سے مستنبط نتائج

① مذکورہ بالا روایات میں سے پہلی ۱۴ روایات میں مطلقاً اشارہ کا ذکر ہے اس کے بعد والی ۱۰ روایات میں اشارہ کے ساتھ دعا کا تذکرہ ہے، جبکہ روایت نمبر ۲۸، ۲۷، ۲۶، ۲۵ میں اشارۂ توحید و اخلاص اور شہادت کے وقت اشارہ کا بیان ہے اور حدیث نمبر ۳۰، ۲۹ میں اشارہ کے ساتھ حرکت کا بیان ہے جبکہ ۳۲، ۳۱ میں عدم حرکت کا تذکرہ ہے۔

② احادیث میں انگشتِ شہادت کی حرکت اور عدم حرکت کا اختلاف جو سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے بالمقابل سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ دونوں کی احادیث سے سامنے آرہا ہے، وہ اس صورت میں ہے جبکہ جمع ممکن نہ ہو۔ مذکورہ بالا جمع کی صورت میں یہ تعارض باقی ہی نہیں رہتا۔ بالخصوص شاذ اور محفوظ کی بحث کا تعلق دو مختلف صحابہ کی احادیث کی بجائے ایک ہی صحابی سے مروی ذیلی طرق کے اختلاف کے وقت ہوتا ہے۔ اس موقع پر ایک اہم اختلاف جو تخریج الاحادیث کے دو ماہرین کے درمیان ذکر کیا جاتا ہے، اس کا ازالہ یوں ہو جاتا ہے کہ

علامہ شعیب الارناووط رحمۃ اللہ علیہ کے حدیث نمبر ۳۰ پر تبصرے حديث صحيح دون قوله: "فرأيته يحركها يدعو بها" فهو شاذ انفرد به زائدة (یہ حدیث صحیح ہے سوائے اس قول کے ''میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ اسے حرکت دیتے ہیں اور اس کے ساتھ دعا کرتے ہیں'' یہ الفاظ شاذ ہیں جنہیں منفرد زائدہ نے بیان کیا ہے۔) اور شیخ محمد ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ کے حدیث نمبر ۳۱ پر تبصرے: صحيح لكن زيادة

---

[1] الثقات لابن حبان: ۷/ ۴۴۸... ح ۱۰۸۶۳ و سندہ حسن، دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدر آباد دکن، ۱۹۷۳ء

"ولا یحرکها" شاذة (صحیح ہے، لیکن "وہ حرکت نہیں دیتے تھے" کے الفاظ شاذ ہیں) کا تعلق دو الگ الگ صحابہ کی احادیث سے ہے۔[1]

چونکہ مذکورہ بالا دونوں روایات دو الگ الگ صحابہ کی احادیث ہیں جبکہ شاذ اور محفوظ کی بحث دو مختلف صحابہ کی احادیث کی بجائے ایک ہی صحابی کی خبر (حدیث) کے ذیلی طرق میں ہوتی ہے۔ البتہ یہ مسئلہ مختلف الاحادیث کا ہے جس کے حل کا طریق کار ہم جمہور کے حوالے سے اوپر ذکر کر چکے ہیں۔

③ ان تمام روایات کو جمع کرنے کی صورت یہ ہے کہ تشہد میں اشارہ کرنا تو ثابت ہے لیکن مسلسل حرکت دینے کی کہیں تصریح نہیں ہے۔ گویا کہ تشہد میں اشارہ تو آخر تک قائم رہے گا لیکن حرکت صرف توحید کی شہادت کے وقت دی جائے گی۔ اس صورت میں اشارہ اور حرکت دونوں پر عمل ہو جائے گا اور یُحَرِّکُهَا اور وَلا یُحَرِّکُهَا دونوں قسم کے الفاظ میں جمع کی صورت بھی نکل آئے گی۔ وہ اس طرح کہ یُحَرِّکُهَا سے حرکت عند الشہادۃ مراد ہو گی جبکہ وَلا یُحَرِّکُهَا سے مراد عدم تحریک الی آخر التشہد ہو گی۔[2]

④ اشارہ کا موقع توحید و اخلاص ہے، نہ کہ دعا کرتے ہوئے مسلسل اشارہ کرنا مقصود ہے۔ جو لوگ یَدْعُو بِهَا کے الفاظ سے پورے تشہد میں مسلسل حرکت دینے کی دلیل پکڑتے ہیں وہ درست نہیں۔ کیونکہ شریعت میں کہیں بھی انگلی ہلا کر دعا کرنے کی کوئی مثال موجود نہیں ہے۔ جبکہ کسی شرعی حکم کی توجیہ میں اس توجیہ کی حکم سے مناسبت پر اجماع ہے۔

مزید وضاحت کے لئے تعلیل الأحکام میں بالخصوص حنفیہ اور شافعیہ کا علت میں 'مناسب' ہونے پر اتفاق ملحوظ رہے جس کا تعلق استنباطِ مسائل سے ہے جس کی زیادہ تفصیلات احادیث میں جمع و تطبیق ہو جانے کی بنا پر ہم چھوڑ رہے ہیں۔

⑤ حدیث نمبر ۱۴، ۱۳، ۴ میں اُنگلی کو حرکت دیتے وقت اپنی نگاہ اس انگلی پر رکھنے کا بیان ہے، جبکہ تشہد کے

---

۱ نیز عبد اللہ بن زبیر کی روایت میں بھی شیخ البانی کا ولا یحرکها کو شاذ قرار دینا محل نظر ہے، جبکہ در حقیقت یہ لفظ محفوظ ہے کیونکہ بلند پایہ ثقہ عمرو بن دینار ان کی متابعت کرتے ہیں اور اس کی دلیل حدیث میں 'زیادہ کیا' کا لفظ ہے۔ (سنن نسائی: ۱۲۷۰ صحیح)

۲ جامعہ اسلامیہ، فیض عام کے شیخ الحدیث مولانا محفوظ الحسن فیضی لکھتے ہیں: "محدث البانی نے یہ بھی کہا ہے کہ عبد اللہ بن زبیر کی حدیث میں لا یحرکها اور وائل بن حجر کی حدیث میں یحرکها، یعنی دونوں پر عمل ممکن ہے۔ اور دونوں میں جمع و تطبیق کی صورت یہ ہے کہ کہا جائے نبی کریم ﷺ تشہد میں انگشت شہادت کو کو کبھی حرکت دیتے تھے اور کبھی حرکت نہیں دیتے تھے، ساکن رکھتے تھے۔ (تمام المنۃ: ص ۲۱۷) یہی مبنی بر اعتدال موقف ہے۔" (کتابچہ 'تشہد میں انگشتِ شہادت سے اشارہ': ص ۵۰)

حوالہ سے یہ بات واضح ہے کہ تشہد میں نگاہ سجدہ کے مقام پر ہونی چاہئے۔ اور اگر پورے تشہد میں انگلی پر نگاہ رہے تو محل سجدہ پر نگاہ والی بات ختم ہو جاتی ہے۔ اگر حرکت صرف عند الشهادة تسلیم کی جائے تو یہ مشکل بھی ختم ہو جاتی ہے کیونکہ پورے تشہد میں نگاہ سجدے کی جگہ ہی رہے گی، صرف عند الشهادة معمولی وقت کے لئے سجدے کی جگہ سے ہٹ کر اُنگلی کی طرف جائے گی۔

⑥ حافظ عبد اللہ محدث روپڑی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ایسے الفاظ جو مسلسل فعل کے لیے نص نہ ہوں یعنی ان میں تعددِ فعل کی صراحت نہ ہو وہ تعدد اور موقع کے تعین کی رو سے جملہ مہملہ کہلاتا ہے اور مہملہ کا حکم جزئیہ کا ہوتا ہے، یعنی یہ حرکت مسلسل پورے تشہد میں نہیں ہے بلکہ تشہد کے کسی ایک جزوی مقام پر ہے اور وہ مقام أشهد أن لا إله ألا الله[1] ہے۔ جیسا کہ حدیث نمبر ۲۵ میں وارد الفاظ (عِنْدَ الشَّهَادَةِ) اور حدیث نمبر ۲۸، ۲۷، ۲۶ میں وارد الفاظ (يَصْنَعُ ذَلِكَ يُوَحِّدُ بِهَا رَبَّهُ عَزَّ وَجَلَّ، هَكَذَا الْإِخْلَاصُ، هُوَ الْإِخْلَاصُ) اس پر دلالت کرتے ہیں۔

خاتمہ

چونکہ اہل حدیث کا یہ موقف ہے کہ سنت واحادیث میں وحی ہونے کی بنا پر حقیقی اختلاف ممکن نہیں لہٰذا بصیرت کے حامل علما کو یہ کوشش کرنی چاہئے کہ تمام معتبر احادیث کو سامنے رکھ کر عبادات کے مسائل کی وضاحت کی جائے۔ بعض دفعہ دونوں صورتیں روا ہوتی ہیں جس طرح حکیم الامت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے جنگ احزاب کے بعد بنو قریظہ میں عصر کی نماز پڑھنے کے مسئلے میں صحابہ کرام کا بظاہر اختلاف بھی دونوں موقف کی درستگی کے لئے پیش کیا ہے۔ شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الانصاف في سبب الاختلاف اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی رفع الملام عن الأئمة الأعلام میں ایسے جزوی مسائل میں فقہائے اسلام کا دفاع کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

1 اس کی تائید مولانا محفوظ الرحمن فیضی کی اس بات سے بھی ہوتی ہے، لکھتے ہیں: "ہر اشارہ متضمن تحریک یا محتمل تحریک نہیں ہوتا، اس لئے مذکورہ تمام احادیث میں مطلق اشارہ جو بہر حال اشارہ توحید ہے، وحدانیت کے بیان واظہار کے لئے ہے۔ یہ اشارہ محتمل تحریک نہیں ہے۔ بلکہ ان سب حدیثوں میں اشارہ عدم تحریک کو متضمن ہے۔" اور اس کی دلیل کے طور پر لونڈی کا آسمان کی طرف انگشتِ شہادت کو اٹھانے کا واقعہ پیش کیا ہے جس میں اشارہ تو ہے، تحریک نہیں ہے۔
(کتابچہ 'تشہد میں انگشتِ شہادت سے اشارہ' از مولانا فیضی، ص ۴۹، ناشر مکتبہ الفہیم، یوپی)

کیا حائضہ عورت قرآنِ مجید کی تلاوت کر سکتی ہے؟

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

ایامِ مخصوصہ (حیض) اور نفاس وجنابت میں عورت قرآن کریم کی تلاوت کر سکتی ہے یا نہیں؟ نیز اس حالت میں اس کا قرآن کو چھونا جائز ہے یا نہیں؟ اس مسئلے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے۔ کوئی جواز کا قائل ہے اور کوئی عدمِ جواز کا۔ اس میں عدم جواز (نہ پڑھنے والا) مسلک سب سے زیادہ مشہور ہے اور دوسرے موقفوں پر لوگ حیرت واستعجاب کا بالعموم اظہار کرتے ہیں۔ جبکہ اس بارے میں بالعموم درج ذیل پانچ فقہی آرا ہیں:

① حائضہ عورت کا قرآن پڑھنا اور اسے چھونا مطلقاً ناجائز اور ممنوع ہے۔

② حائضہ عورت کا قرآن مجید پڑھنا اور اسے چھونا مطلقاً جائز ہے۔

③ ایک آدھ آیت کا پڑھنا جائز ہے، اس سے زیادہ نہیں۔

④ حائضہ عورت قرآن پڑھ سکتی ہے، جنبی کا قرآن پڑھنا جائز نہیں۔

⑤ اس کی بابت منقول کراہت، کراہت تحریمی نہیں بلکہ کراہتِ تنزیہی ہے، یعنی اس حالت میں قرآن کریم پڑھنے اور چھونے سے بچنا بہتر ہے تاہم اگر ضرورت ہو تو جنبی مرد اور حائضہ عورت کے لیے قرآن پڑھنا اور اسے چھونا جائز ہے۔

یہی آخر الذکر پانچواں مسلک راجح ہے، جس کے دلائل آگے آئیں گے۔

عدم جواز کے قائلین کے دلائل

① نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

«لاَ تَقْرَأِ الحَائِضُ، وَلاَ الجُنُبُ شَيْئًا مِنَ القُرْآنِ»[1]

---

1 جامع ترمذی، أبواب الطهارة عن رسول ﷺ، باب ماجاء فی الجنب والحائض أنهما لایقرآن القرآن: ۱۳۱

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ”صحابہ و تابعین اور مابعد کے اکثر اہل علم کا، جیسے: سفیان ثوری، ابن مبارک، شافعی، احمد اور اسحاق رحمۃ اللہ علیہم ہیں، قول ہے کہ حائضہ اور جنبی قرآن سے کچھ نہ پڑھیں، البتہ کوئی حرف یا آیت کا کوئی حصہ پڑھ

"حائضہ عورت اور جنبی دونوں قرآن سے کچھ نہ پڑھیں۔"

اس روایت کو بعض حضرات نے اس کے کچھ متابعات کی بنیاد پر صحیح کہا ہے لیکن محدث عصر شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں بھی غیر معتبر قرار دے کر اس روایت کو ضعیف ہی قرار دیا ہے۔[1]

بلکہ تعلیقاتِ مشکاۃ میں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے اسے باطل کہا ہے۔[2]

حافظ ابن حجر نے بھی امام طبری کے حوالے سے اس روایت کی بابت کہا: "ضعیف من جمیع طرقه"[3]
"جتنے بھی طرق سے یہ روایت آتی ہے، سب ضعیف ہیں۔"

② سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كان ﷺ يقضي حاجته ثم يخرج فيقرأ القرآن ويأكل معنا اللحم ولا يحجبه، وربما قال: لا يحجزه من القرآن شيء ليس الجنابة. (رواه الخمسة)[4]

"نبی ﷺ قضائے حاجت سے فارغ ہو کر نکلتے تو قرآن پڑھتے اور ہمارے ساتھ گوشت تناول فرماتے اور آپ ﷺ کے قرآن پڑھنے میں سوائے جنابت کے کوئی چیز رکاوٹ نہ بنتی تھی۔"

اس روایت کی بابت حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں انہوں نے ان کو تسبیح و تہلیل کی اجازت دی ہے۔"

اس روایت کی سند کے بارے میں خود امام ترمذی نے یہ صراحت کی ہے: "میں نے محمد بن اسماعیل (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ) کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ اسماعیل بن عیاش اہل حجاز اور اہل عراق سے منکر روایات بیان کرتا ہے، گویا انہوں نے اس کی ان روایتوں میں اسے ضعیف قرار دیا ہے جو اہل حجاز و اہل عراق سے متفرد طور پر بیان کرتا ہے اور (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے) فرمایا کہ اسماعیل بن عیاش کی صرف وہ روایات قابل قبول ہیں جو وہ اہل شام سے بیان کرتا ہے... الخ"

اور زیر بحث روایت اسماعیل بن عیاش، موسیٰ بن عقبہ سے روایت کرتا ہے جو اہل حجاز میں سے ہیں۔ اس اعتبار سے وہ اس حدیث کی حد تک ضعیف قرار پاتا ہے۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "اس حدیث کے بیان کرنے میں اسماعیل بن عیاش متفرد ہے اور اہل حجاز سے اس کی روایت ضعیف ہوتی ہے جس سے حجت نہیں پکڑی جا سکتی، امام احمد اور یحییٰ بن معین وغیرہ حفاظ محدثین کا یہی قول ہے اور یہ روایت اس کے علاوہ دوسرے راوی سے بھی مروی ہے اور وہ بھی ضعیف ہے۔ ابن ابی حاتم کہتے ہیں: میں نے اپنے والد سے سنا اور انہوں نے اسماعیل بن عیاش کی یہ حدیث ذکر کی اور کہا کہ اس نے غلطی کی ہے، یہ دراصل ابن عمر کا قول ہے۔" (تحفۃ الأحوذی: ۱/۱۲۴)

١ إرواء الغليل: ١/٢٠٦
٢ مشكاة المصابيح بتحقيق الالباني: ١/١٣٤
٣ فتح الباري: ١/٥٣٠
٤ إرواء الغليل: ٢/٢٤١، رقم الحديث: ٤٨٥

"اسے اصحاب السنن نے روایت کیا ہے اور ترمذی، ابن حبان نے اسے صحیح کہا ہے اور بعض نے اس کے بعض راویوں کی تضعیف کی ہے اور حق بات یہ ہے کہ یہ روایت حسن کے قبیل سے ہے جو حجت کے قابل ہوتی ہے۔"[1]

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی اس رائے کی وجہ سے اکثر علماء اس روایت سے استدلال کرتے ہیں، لیکن شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی اس رائے کا رد کرتے ہوئے دیگر محدثین کی تائید سے اسکو ضعیف قرار دیا ہے۔[2]

③ تیسری حدیث جو مذکورہ حدیث کے متابع کے طور پر پیش کی جاتی ہے اور اسے علمائے معاصرین میں سے بعض نے صحیح اور بعض نے حسن کہا ہے، یہ مسند احمد (۱/۱۱۰) کی روایت ہے۔ اس کے الفاظ حسب ذیل ہیں:

"حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس وضو کا پانی لایا گیا، پس آپ نے کلی کی اور تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالا، تین مرتبہ اپنا چہرہ دھویا اور اپنے دونوں ہاتھ اور دونوں بازو تین تین مرتبہ دھوئے، پھر اپنے سر کا

---

۱ فتح الباری: ۱/۵۳۰۔ طبع دارالسلام، الریاض

۲ "اس حدیث کے بارے میں حافظ کی اس رائے سے ہم موافقت نہیں کرتے، اس لیے کہ مشار الیہ (ضعیف) راوی عبد اللہ بن سلمہ ہے اور تقریب التہذیب میں خود حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے ترجمے میں کہا ہے "سچا ہے لیکن اس کا حافظہ خراب ہو گیا تھا۔" اور یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ یہ حدیث اس کے اسی دور کی ہے جب اس کے حافظے میں خرابی پیدا ہو گئی تھی۔ پس بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ حافظ ابن حجر نے جس وقت اس حدیث پر حسن ہونے کا حکم لگایا تو اس کا ترجمہ ان کے ذہن میں مستحضر نہیں رہا، واللہ اعلم۔ یہی وجہ ہے کہ امام نووی نے المجموع (۲/۱۵۹) میں جب یہ حدیث نقل کی اور امام ترمذی کی تصحیح بھی ذکر کی تو انہوں نے امام ترمذی کی رائے پر تعقب کیا اور کہا: "امام ترمذی کے علاوہ دیگر حفاظ محققین نے کہا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔

پھر انہوں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی وہ رائے نقل کی ہے جو امام منذری نے 'مختصر السنن' میں نقل کی ہے، جس میں دونوں نے اسے ضعیف کہا ہے۔ ان محققین نے جو کہا ہے، وہی ہمارے نزدیک راجح ہے کیوں کہ اسے بیان کرنے میں عبد اللہ بن سلمہ متفرد ہے اور اس کی یہ روایت اس وقت کی ہے جب اس کا حافظہ متغیر ہو گیا تھا۔" (إرواء الغليل: ۲/۲۴۲)

امام منذری رحمۃ اللہ علیہ کی جس عبارت کا حوالہ آیا ہے، اس کا ترجمہ حسبِ ذیل ہے:

"امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے عمرو بن مرۃ کے حوالے سے کہا ہے کہ عبد اللہ بن سلمہ ہمیں حدیث بیان کرتا ہے، کچھ کو ہم پہچانتے ہیں اور کچھ کو نہیں پہچانتے اور وہ سن رسیدہ ہو گیا تھا، اس کی حدیث کی متابعت نہیں کی جاتی اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث ذکر کی اور فرمایا: اہل حدیث (محدثین) کے نزدیک یہ حدیث پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتی۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے ثبوت میں جو توقف کیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا مدار عبد اللہ بن سلمہ کوفی پر ہے اور یہ سن رسیدہ ہو گیا تھا اور اس کی حدیث اور عقل میں کچھ نکارت محسوس کی گئی اور اس نے یہ حدیث بھی سن رسیدگی کے بعد ہی بیان کی ہے۔" (مختصر السنن للمنذری: ۱/۱۵۶)

مسح کیا، پھر اپنے دونوں پیر دھوئے، پھر فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح دیکھا ہے کہ آپ ﷺ نے وضو کیا۔ پھر قرآن کریم سے کچھ پڑھا اور فرمایا: یہ (قرآن کا پڑھنا) اس شخص کے لیے ہے جو جنبی نہیں ہے۔ رہا جنبی تو وہ ایک آیت بھی نہیں پڑھ سکتا۔"

اس روایت کو بعض علماء نے صحیح قرار دیا ہے، جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا۔ لیکن شیخ البانی نے ضعیف راوی ابو الغریب[1] کی وجہ سے اس سے بھی اختلاف کیا ہے اور کہا ہے کہ

ثانیاً:... اگر یہ روایت صحیح بھی ہو، تب بھی اس کا مرفوع ہونا صریح نہیں۔

ثالثاً:... اس کا مرفوع ہونا بھی اگر صریح ہو تو یہ شاذ یا منکر ہے، اس لیے کہ عائذ بن حبیب اگرچہ ثقہ ہے لیکن ابن عدی نے اس کی بابت کہا ہے کہ اس نے کئی منکر روایات بیان کی ہیں۔

شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ مزید کہتے ہیں کہ

"یہ روایت بھی شاید انہی (منکر) روایات میں سے ہو، اس لیے کہ اس سے زیادہ ثقہ اور اس سے زیادہ حفظ و ضبط رکھنے والے راوی نے اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے موقوفاً بیان کیا ہے جو دار قطنی (رقم: ۴۴) میں ہے۔ یہ موقوف روایت حسب ذیل ہے۔ ابو الغریف ہمدانی کہتے ہیں:

"ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے کہ آپ نے پیشاب یا پاخانہ کیا، پھر آپ نے پانی کا ایک برتن منگوایا اور اپنے ہاتھ دھوئے، پھر قرآن کے آغاز سے کچھ حصہ پڑھا، پھر فرمایا: جب تک تم میں سے کسی کو جنابت نہ پہنچے تو قرآن پڑھے، پس اگر جنابت پہنچے تو ایک حرف بھی نہ پڑھے۔"

امام دار قطنی فرماتے ہیں: "یہ روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے (موقوف) صحیح سند سے ثابت ہے۔"

اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ حدیث مذکور «لَا يَحْجُبُهُ... الخ» کی متابع یہ روایت موقوف ہے، یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ علاوہ ازیں امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ حدیث «لَا يَحْجُبُهُ... الخ» (اگر صحیح بھی ہو تو) اس شخص کی دلیل نہیں بن سکتی جو جنبی کو قرآن پڑھنے سے منع کرتا ہے، اس لیے اس میں ممانعت کا

---

1 اور کہا ہے کہ اس کی سند میں ابو الغریب راوی ہے جس کی توثیق ابن حبان کے سوا کسی نے نہیں کی اور ابن حبان توثیق میں متساہل ہیں، اس لیے ان کی توثیق قابل اعتبار نہیں، بالخصوص جب کہ دیگر ائمہ کی رائے ان کے معارض ہو۔ ابو حاتم راوی نے اس کی بابت کہا ہے کہ کہ ابو الغریب مشہور نہیں۔ محدثین نے اس میں کلام کیا ہے اور یہ اصبغ بن نباتہ جیسے راویوں کا استاذ ہے اور اصبغ ابو حاتم کے نزدیک لین الحدیث اور دوسروں کے نزدیک متروک ہے، اس قسم کے راوی کی حدیث حسن بھی نہیں ہوتی چہ جائیکہ وہ صحیح تسلیم کی جائے۔

حکم نہیں ہے بلکہ یہ صرف حکایتِ فعل ہے۔"[1]

④ چوتھی روایت جس سے استدلال کیا جاتا ہے، وہ ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے گھروں کا رخ مسجد نبوی سے پھیرنے کا حکم دیا تاکہ لوگوں کا آنا جانا مسجد کے اندر سے نہ ہو بلکہ باہر سے ہو اور مسجد میں وہ صرف اسی وقت آئیں جب وہ پاک ہوں اور مسجد میں آنے کا مقصد نماز پڑھنا ہو۔ اس حکم کی وجہ آپ نے یہ بیان فرمائی: «فإني لا أحل المسجد لحائض و لا جنب»[2]

"میں مسجد کو حائضہ عورت اور جنبی کے لیے حلال نہیں کرتا۔" (یعنی مسجد کے اندر سے ان کے گزرنے کو جائز نہیں سمجھتا)

شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی سند پر بھی تفصیلی گفتگو کر کے اسے بھی ناقابل اعتبار قرار دیا ہے۔[3]

علاوہ ازیں یہ روایت قرآن کے بھی خلاف ہے۔ قرآن مجید کی آیت ﴿ وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرِي سَبِيلٍ ﴾ (النساء:۴۳) سے جنبی کا مسجد سے گزرنا جائز معلوم ہوتا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ آیت کی کچھ توضیح کر دی جائے۔

مذکورہ آیت کی مختصر وضاحت

قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اے ایمان والو! جب تم نشے کی حالت میں ہو تو نماز کے قریب مت جاؤ، یہاں تک کہ اپنی بات سمجھنے لگو اور جنابت کی حالت میں (بھی) یہاں تک کہ غسل کر لو مگر یہ کہ راہ چلتے گزرو۔" (اس صورت میں گزرنا جائز ہے۔)

آیت کا پہلا حکم اس وقت دیا گیا تھا جب شراب کی حرمت کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ بعد میں جب شراب حرام کر دی گئی تو یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ دوسرا حکم جنبی آدمی (عورت ہو یا مرد) کے لیے ہے کہ وہ مسجد میں جنابت کی حالت میں نہ جائیں، ہاں مسجد میں سے صرف گزرنا ہو تو جائز ہے لیکن وہاں زیادہ دیر ٹھہرنا اور بیٹھنا ممنوع ہے۔ اس تفسیر کی رو سے صلاۃ (نماز) سے مراد موضع الصلاۃ (نماز پڑھنے کی جگہ) یعنی مسجد ہے۔ مطلب یہ

---

۱ إرواء الغليل:۲/۲۴۳۔۲۴۴

۲ سنن أبي داؤد، كتاب الطهارة، باب فی الجنب لايدخل المسجد:۲۳۲

۳ إرواء الغليل:۱/۲۱۰،حدیث نمبر:۱۹۳؛مشكاة المصابيح بتحقيق الالباني:۱/۲۱۱

ہے کہ نشے میں مدہوش شخص نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں جائے نہ جنبی آدمی، جب تک غسل نہ کرلے۔ الّایہ کہ مسجد اس کا راستہ ہو تو اس صورت میں وہ مسجد میں سے گزر سکتا ہے۔

امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے اسی تفسیر کو راجح قرار دیا ہے اور اس تفسیر کی رو سے جنبی کے مسجد سے گزرنے کی اجازت نکلتی ہے۔ حافظ ابن کثیر نے بھی امام ابن جریر کی اس تفسیر کو نقل کر کے لکھا ہے:

"ومن هذه الآية احتج كثير من الائمة على أنه يحرم على الجنب اللبث فى المسجد ويجوز له المرور وكذا الحائض والنفساء أيضا فى معناه."

''اس آیت سے اکثر ائمہ نے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ جنبی کا مسجد میں ٹھہرنا حرام ہے، البتہ اس کے لیے گزرنا جائز ہے اور حائضہ اور نفاس والی عورتیں بھی اسی حکم میں ہیں۔''

دوسرے مفسرین نے ﴿ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ ﴾ سے مسافر مراد لیا ہے اور مطلب یہ بیان کیا ہے کہ جنبی آدمی بھی مسجد میں نہ آئے، ہاں اگر وہ مسافر ہو اور اسے پانی نہ ملے تو وہ تیمم کر کے نماز پڑھ لے۔

امام ابن جریر طبری وغیرہ مفسرین کے نزدیک پہلی تفسیر اس لیے زیادہ صحیح ہے کہ اس آیت میں اس کے بعد ہی مسافر کے لیے پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمم کرنے کا حکم ہے۔ اگر ﴿ اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ ﴾ سے مراد مسافر لیا جائے تو پھر تکرار لازم آئے گی، اس لیے ﴿ اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ ﴾ سے مراد صرف گزرنے والا، راستہ عبور کرنے والا ہے۔

اس طرح اس آیت سے جنبی آدمی کا مسجد سے گزرنے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ بنابریں مذکورہ حدیث سنداً ضعیف ہونے کے علاوہ قرآن کے بھی خلاف ہے۔

⑤ پانچویں دلیل، جس سے استدلال کیا جاتا ہے، نبی ﷺ کا وہ فرمان ہے جو آپ نے حضرت عمرو بن حزم کے نام لکھا تھا، اس میں فرائض وسنن، دیات اور صدقات وغیرہ کی تفصیل تھی، اس میں ایک بات یہ بھی تھی: «لا يمس القرآن إلا طاهر»

''قرآن کو وہی چھوئے جو پاک ہو۔''

ہے لیکن ان میں ہر ایک کی سند محل نظر ہے۔''[1]

تاہم محدثین کی اکثریت اس کی صحت کی قائل ہے۔ شیخ البانی نے بھی اسے مجموعی طرق کی بنیاد پر صحیح قرار دیا ہے۔[2] لیکن یہ روایت مسئلہ زیر بحث میں واضح نہیں ہے، اس لیے اسے بھی مدار استدلال نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔ کیوں کہ اس میں طاہر (پاک شخص) کو قرآن مجید چھونے کی اجازت دی گئی ہے اور طاہر کا لفظ چار قسم کے افراد پر بولا جاتا ہے:

☆ جو 'حدثِ اکبر' (جنابت، حیض و نفاس) سے پاک ہو۔

☆ جو 'حدث اصغر' سے پاک ہو۔ (یعنی بے وضو نہ ہو)

☆ جس کے بدن پر ظاہری نجاست نہ ہو۔

☆ جو مومن ہو۔ (چاہے وہ جنبی ہو یا بے وضو)

اس آخری مفہوم کی تائید قرآن کی اس آیت سے بھی ہوتی ہے: ﴿إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ﴾ (التوبۃ:۲۸) ''مشرک ناپاک ہیں۔'' اس کا مفہوم دوسرے لفظوں میں یہ ہوا کہ مومن پاک ہے، چاہے وہ کسی حالت میں بھی ہو۔ علاوہ ازیں حدیث سے بھی اس مفہوم کی تائید ہوتی ہے، چنانچہ حدیث میں ہے:

«إن المؤمن لا ينجس»[3] ''مومن نجس (ناپاک) نہیں ہوتا۔'' (یعنی وہ پاک ہوتا ہے)

اور نبی ﷺ نے یہ بات حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس وقت فرمائی تھی، جب ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جنبی تھے۔ جس سے اسی بات کی تائید ہوتی ہے کہ مومن ہر حالت میں طاہر ہی ہوتا ہے، البتہ اس سے وہ صورتیں مستثنیٰ ہوں گی جن کی صراحت نص سے ثابت ہے، جیسے بے وضو یا جنبی آدمی کی بابت حکم ہے کہ وہ نماز نہیں پڑھ سکتا، جب تک وہ وضو یا غسل نہ کر لے۔ لیکن اس کے علاوہ دیگر کاموں کے لیے وہ پاک ہی متصور ہو گا۔

اس کی مزید تائید ان احکام سے ہوتی ہے جو حائضہ عورتوں کی بابت دیے گئے ہیں، جیسے خاوند اس کے ساتھ لیٹ سکتا اور (شرم گاہ کے علاوہ) مباشرت کر سکتا ہے، اس کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا جائز ہے، اس کی گود میں لیٹے ہوئے قرآن پڑھا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ کا یہ عمل بیان فرمایا ہے۔ بلکہ ایک موقع

---

۱ تفسیر ابن کثیر: ۴/۳۱۵ زیر آیت الواقعہ: ۹۹، دار السلام، الریاض، ۱۹۹۲

۲ إرواء الغليل، حدیث نمبر: ۱۲۲

۳ صحيح مسلم، كتاب الحيض، باب الدليل على أن المسلم لا ينجس: ۳۷۱

پر نبی ﷺ نے مسجد میں ہوتے ہوئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا، جب کہ وہ ایام مخصوصہ میں تھیں:
''مجھے کپڑا (چادر) پکڑا دو۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: إني حائض ''میں تو حیض کی حالت میں ہوں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: «إن حَيْضَتَكِ لَيْسَتْ بِيَدِكِ»[1]
''تیرا حیض تیرے ہاتھوں میں نہیں ہے۔''[2]

اس تفصیل سے یہ واضح ہے کہ طاہر کے چاروں معنوں میں سے یہ آخری معنی دوسرے دلائل کی رو سے زیادہ صحیح ہے، جب کہ دوسرے معانی اتنے قوی نہیں ہیں اور اس آخری معنی کی رو سے جنبی یا حائضہ کا قرآن پڑھنا یا اسے چھونا ممنوع ثابت نہیں ہوتا کیونکہ جنبی اور حائضہ بھی مومن ہونے کی وجہ سے پاک ہیں۔

عدم مس (نہ چھونا) علیحدہ مسئلہ اور عدم قراءت (نہ پڑھنا) علیحدہ مسئلہ ہے

بعض حضرات نے کہا ہے کہ اس بات پر اجماع ہے کہ مُحْدِثِ حَدَثِ اکبر (یعنی جنبی اور حائضہ) کے لیے قرآن کریم کا چھونا جائز نہیں ہے، اس لیے طاہر کے معنی، حدثِ اکبر سے پاک شخص، متعین ہیں اور یوں یہ حدیث اس مسئلے میں نص صریح کی حیثیت رکھتی ہے۔ لیکن اجماع کا دعویٰ ہی صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ امام بخاری، امام ابن جریر طبری، امام داؤد ظاہری، امام ابن حزم، امام ابن المنذر، شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ اور امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہم وغیر ہم جنبی اور حائضہ کو قرآن کریم پڑھنے کی اجازت دیتے ہیں۔ (ان کے دلائل آگے بیان ہوں گے)

جب یہ بات ہے تو پھر دعوائے اجماع کیوں کر صحیح ہے؟

⑥ چھٹی دلیل، جس سے استدلال کیا جاتا ہے، قرآن کریم کی آیت ﴿لَّا يَمَسُّهُۥٓ إِلَّا ٱلْمُطَهَّرُونَ ۝٧٩﴾ (الواقعہ: ۷۹) ہے، جس کا ترجمہ ہے: ''پاک لوگ ہی اسے چھوتے ہیں۔''

لیکن یہ خبر ہے، حکم نہیں ہے۔ کیونکہ یہ نفی کا صیغہ ہے، نہی کا نہیں۔ اگر یہ نہی کا صیغہ ہوتا تو لَا يَمَسَّهُ (بفتح السین) ہوتا، پھر اس کا ترجمہ حکم کا ہوتا یعنی ''اسے پاک لوگ ہی چھوئیں'' اس صورت میں اس سے عدم قراءت اور عدم مس قرآن پر استدلال ہو سکتا تھا۔

لیکن جب ایسا نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ اس میں یہ خبر دے رہا ہے کہ لوحِ محفوظ کو یا قرآن کریم کو صرف فرشتے ہی چھوتے ہیں، یعنی آسمانوں پر فرشتوں کے علاوہ کسی کی بھی اس قرآن یا لوح محفوظ تک رسائی نہیں

---

۱ صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب الحیض تناول من المسجد: ۲۹۸

۲ إرواء الغلیل: ۱/ ۲۱۲، رقم الحدیث: ۱۹۴

ہے۔ لَا یَمَسُّهُ میں ضمیر کا مرجع بعض نے لوح محفوظ کو اور بعض نے قرآن کو بنایا ہے۔ مطلب دونوں صورتوں میں مشرکین کی تردید ہے جو کہتے تھے کہ قرآن، شیاطین لے کر اترتے ہیں۔ اللہ نے فرمایا یہ کیوں کر ممکن ہے، یہ قرآن تو شیطانی اثرات سے بالکل محفوظ ہے کیوں کہ ایک تو وہ لوح محفوظ میں ہے جس تک کسی کی رسائی نہیں ہے۔ ثانیاً: پاک فرشتے ہی اسے چھوتے ہیں، فرشتوں کے علاوہ کوئی اور وہاں پہنچ ہی نہیں سکتا۔ ثالثاً: فرشتے (روح الامین) ہی اسے لے کر زمین پر اترتے ہیں۔

اس اعتبار سے آیت کا تعلق مسئلہ زیر بحث سے کہ طاہر شخص کے سوا اسے کوئی چھو سکتا ہے یا نہیں؟ ہے ہی نہیں۔ علاوہ ازیں یہ سورت مکی ہے اور مکی سورتوں میں احکام و مسائل کا زیادہ بیان نہیں ہے۔ بلکہ ان میں توحید و رسالت اور آخرت کے اثبات پر زور دیا گیا ہے، البتہ فحوائے آیت سے استدلال کرتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ حدث اصغر، اکبر سے پاک ہو کر قرآن کی تلاوت کرنا افضل ہے تو اس کی افضلیت میں یقیناً کوئی کلام نہیں۔ (جیسا کہ آگے اس کی تفصیل آئے گی)

بعض اُردو مفسرین کی آرا

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مسئلہ زیر بحث اور آیت کے سلسلے میں عصر حاضر کے بعض اردو مفسرین کی آرا بھی ذکر کر دی جائیں۔

① مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ آیت مذکور سے ممانعت کا مفہوم لینے والوں کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ تفسیر آیت کے سیاق و سباق سے مطابقت نہیں رکھتی۔ سیاق و سباق سے الگ کر کے تو اس کے الفاظ سے یہ مطلب نکالا جاسکتا ہے، مگر جس سلسلۂ کلام میں یہ وارد ہوئی ہے اس میں رکھ کر اسے دیکھا جائے تو یہ کہنے کا سرے سے کوئی موقع نظر نہیں آتا کہ ''اس کتاب کو پاک لوگوں کے سوا کوئی نہ چھوئے'' کیوں کہ یہاں تو کفار مخاطب ہیں اور ان کو یہ بتایا جارہا ہے کہ یہ اللہ رب العالمین کی نازل کردہ کتاب ہے، اس کے بارے میں تمہارا یہ گمان قطعی غلط ہے کہ اسے شیاطین نبی پر القا کرتے ہیں۔ اس جگہ یہ شرعی حکم بیان کرنے کا آخر کیا موقع ہو سکتا تھا کہ کوئی شخص طہارت کے بغیر اس کو ہاتھ نہ لگائے؟ زیادہ سے زیادہ جو بات کہی جاسکتی ہے وہ یہ ہے کہ اگرچہ آیت یہ حکم دینے کے لیے نازل نہیں ہوئی مگر فحوائے کلام اس بات کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کتاب کو صرف مطہرین ہی چھو سکتے ہیں، اسی طرح دنیا میں

بھی کم از کم وہ لوگ جو اس کے کلام الٰہی ہونے پر ایمان رکھتے ہیں، اسے ناپاکی کی حالت میں چھونے سے اجتناب کریں۔"

مختلف مسالک کی آرا

مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ اس بارے میں مختلف مسالک کا ذکر کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں:

"مسلک حنفی:... رہا قرآن پڑھنا، تو وہ وضو کے بغیر جائز ہے۔ (بدائع الصنائع)

اور بچے اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ تعلیم کے لیے قرآن بچوں کے ہاتھوں میں دیا جا سکتا ہے خواہ وہ وضو سے ہوں یا بے وضو۔ (فتاویٰ عالمگیری)

مذہب مالکی:... مصحف کو ہاتھ لگانے کے لیے وضو شرط ہے۔ لیکن قرآن کی تعلیم کے لیے وہ استاد اور شاگرد دونوں کو اس سے مستثنیٰ کرتے ہیں۔ بلکہ حائضہ عورت کے لیے بھی وہ بغرض تعلیم مصحف کو ہاتھ لگانا جائز قرار دیتے ہیں۔ ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ نے المغنی میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ جنابت کی حالت میں تو قرآن پڑھنا ممنوع ہے مگر حیض کی حالت میں عورت کو قرآن پڑھنے کی اجازت ہے کیوں کہ ایک طویل مدت تک اگر ہم اسے قرآن پڑھنے سے روکیں گے تو وہ بھول جائے گی۔

ظاہریہ کا مسلک یہ ہے کہ قرآن پڑھنا اور اس کو ہاتھ لگانا ہر حال میں جائز ہے خواہ آدمی بے وضو ہو یا جنابت کی حالت میں ہو، یا عورت حیض کی حالت میں ہو۔ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے المحلی[1] میں اس مسئلے پر مفصل بحث کی ہے جس میں انہوں نے اس مسلک کی صحت کے دلائل دیے ہیں اور یہ بتایا ہے کہ فقہاء نے قرآن پڑھنے اور اس کو ہاتھ لگانے کے لیے جو شرائط بیان کی ہیں، ان میں سے کوئی بھی قرآن وسنت سے ثابت نہیں ہے۔"[2]

B مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ طہارت کو ضروری قرار دینے کے باوجود لکھتے ہیں:

"مگر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث جو بخاری و مسلم میں ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث جو مسند احمد میں ہے، اس سے بغیر وضو کے تلاوت قرآن فرمانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، اس

---

۱ جلد اول، صفحہ: ۷۷ تا ۸۴

۲ تفہیم القرآن: ۵/ ۲۹۵

لیے فقہانے بلا وضو تلاوت کی اجازت دی ہے۔ (تفسیر مظہری)"[1]

③ اسی آیت ﴿لَّا يَمَسُّهُۥٓ إِلَّا ٱلْمُطَهَّرُونَ﴾ سے فقہانے وجوبِ طہارت کا جو مسئلہ اخذ کیا ہے، مولانا امین احسن اصلاحی فقہا کے طرز استدلال پر نقد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"جن فقہانے قرآن کی زبانی تلاوت یا اس کو ہاتھ لگانے تک کے لیے بھی طہارت کی وہ شرطیں عائد کی ہیں جو نماز کے لیے ضروری ہیں، ان کے اقوال غلو پر مبنی ہیں۔ قرآن اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اس وجہ سے وہ ہر پہلو اور خیر وشر کے جاننے کا ذریعہ، اخذ و استنباط کا حوالہ اور استدلال کا مرکز بھی ہے۔ اگر اس کو ہاتھ لگانے یا اس کی کسی سورت یا آیت کی تلاوت کرنے یا حوالہ دینے کے لیے بھی آدمی کا طاہر و مطہر اور باوضو ہونا ضروری قرار پا جائے تو یہ ایک تکلیف مالایطاق ہو گی جو دین فطرت کے مزاج کے خلاف ہے۔ اس طرح کی غیر فطری پابندیاں عائد کرنے سے قرآن کی تعظیم کا وہی تصور پیدا ہو گا جس کی تعبیر سیدنا مسیح علیہ السلام نے یوں فرمائی ہے کہ "تمہیں چراغ دیا گیا کہ اس کو گھر میں بلند جگہ رکھو کہ سارے گھر میں روشنی پھیلے لیکن تم نے اس کو پیمانے کے نیچے ڈھانپ کر رکھا ہے۔""[2]

④ محدث العصر شیخ محمد ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف پہلے بیان ہو چکا ہے کہ مُحْدِثْ (بے وضو) جنبی اور حائضہ کے قرآن پڑھنے سے ممانعت کی کوئی حدیث صحیح نہیں ہے۔[3]

⑤ تفسیر ثنائی: اس آیت کی بنا پر بعض اہل علم بغیر وضو کے قرآن پاک کو چھونا جائز نہیں جانتے مگر اکثر محققین یہاں مراد لیتے ہیں کہ قرآن پاک سے وہی لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں جو پاک باطن ہیں۔[4]

جواز کے قائلین کے دلائل

مذکورہ تفصیل سے واضح ہے کہ پہلی رائے، یعنی عدم جواز کے قائلین کے پاس کوئی مضبوط دلیل نہیں ہے۔ اس کے برعکس دوسرا موقف یہ ہے کہ جنبی اور حائضہ کا قرآن پڑھنا اور چھونا جائز ہے۔ ان مجوزین میں امام

---

١ تفسیر معارف القرآن: ۸/ ۲۸۷، ۲۸۸

٢ تفسیر تدبر قرآن: ۸/ ۱۸۴

٣ حاشیہ 'ریاض الصالحین' بہ تحقیق شیخ الالبانی، باب ۲۴۵، ص: ۴۹۵، طبع بیروت

٤ قرآن مجید، ثنائی ترجمہ: ص ۶۴۳

طبری اور امام بخاری جیسے حضرات اور دیگر کئی جلیل القدر ائمہ شامل ہیں، ان کے دلائل حسب ذیل ہیں:

① ممانعت کی تمام روایات ضعیف ہیں، اس لیے وہ قابل احتجاج نہیں، اگر کوئی صحیح ہے تو وہ محتمل المعانی ہے، اس لیے اس سے بھی استدلال صحیح نہیں (جیسا کہ پہلے تفصیل گزر چکی ہے) اور جب روایات میں ضعف شدید ہو تو مجموعہ روایات بھی قابل استدلال نہیں ہوتا۔

بنابریں اس رائے میں بھی کوئی وزن نہیں کہ یہ سب روایات ایک دوسرے کو تقویت پہنچاتی ہیں، چنانچہ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ مسجد میں جنبی اور حائضہ کے داخلے کی ممانعت والی حدیث کی تضعیف کے بعد لکھتے ہیں:

"وللحديث بعض الشواهد، لكن بأسانيد واهية لا تقوم بها حجة، ولا يأخذ الحديث بها قوة."[1]

"اس حدیث کے بعض شواہد ہیں لیکن ان کی سندیں نہایت کمزور ہیں جن سے نہ حجت قائم ہوتی ہے اور نہ حدیث کو کوئی قوت حاصل ہوتی ہے۔"

اسی طرح حدیث «لا يقرأ الجنب ولا الحائض شيئا من القرآن» کے ضعف پر بحث کرتے اور اس کے ایک راوی کو بعض حضرات کے ثقہ کہنے پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"فقد اتفقت كلمات هؤلاء الأئمة على تضعيف ابن مسلمة هذا، فلو سلمنا بأن الدارقطني أراده بقوله "هو ثقة"، لوجب عدم الاعتداد به لما تقرر في المصطلح أن الجرح مقدم على التعديل لا سيما إذا كان مقروناً ببيان السبب كما هو الواقع هنا."[2]

"تمام ائمہ کے اقوال اس ابن مسلمہ کی تضعیف پر متفق ہیں اور اگر ہم تسلیم کر لیں کہ دار قطنی کے قول "وہ ثقہ ہے۔" سے مراد یہ ابن مسلمہ ہی ہے، تب بھی ضروری ہے کہ اسے کوئی اہمیت نہ دی جائے کیونکہ مصطلحاتِ حدیث میں یہ اصول طے ہے کہ جرح، تعدیل پر مقدم ہے، بالخصوص جب کہ جرح مفصل ہو، یعنی اس کے ساتھ اس جرح کی وجہ بھی بیان ہو، جیسا کہ یہاں ہے۔"

② صحیح روایات کے عموم سے ہر حالت میں قرآن پڑھنے کا جواز ثابت ہوتا ہے، جیسے حدیث میں ہے:

---

۱ إرواء الغليل: ۱/۲۱۱، رقم الحديث: ۱۹۳

۲ إرواء الغليل: ۱/۲۰۹، رقم الحديث: ۱۹۲

«كان النبي ﷺ يذكر الله على كل أحيانه» [1]

"نبی ﷺ ہر حالت میں اللہ کا ذکر کرتے تھے۔"

اس حدیث سے ان کا استدلال یہ ہے کہ ذکر کا لفظ عام ہے جس میں قرآن بھی شامل ہے کیوں کہ قرآن کو بھی ذکر کہا گیا ہے: ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ تَنْزِيلًا﴾ (الحجر:۹)

"ہم نے ہی اس ذکر (قرآن) کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔"

گویا ان کے نزدیک اس حدیث کے عموم سے جنابت سمیت ہر حال میں قرآن کا پڑھنا جائز ثابت ہوا۔ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس حدیث (ہر حال میں اللہ کا ذکر کرتے تھے) سے استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے:

"محدِثْ (بے وضو)، جنبی اور حائضہ کے لیے قرآن پڑھنے سے ممانعت کی کوئی حدیث صحیح نہیں ہے بلکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث سے اس کا جواز ثابت ہوتا ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر حالت میں اللہ کا ذکر کرتے تھے۔" [2]

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"اسی لیے امام بخاری اور ان کے علاوہ ان ائمہ نے جو جواز کے قائل ہیں جیسے: طبری، ابن منذر اور امام داؤد رحمۃ اللہ علیہم، ان سب نے حدیث «كان يذكر الله... الخ» کے عموم سے دلیل پکڑی ہے، اس لیے کہ ذکر کا لفظ عام ہے اس میں قرآن اور غیر قرآن دونوں آجاتے ہیں۔ ذکر اور تلاوت میں جو فرق کیا جاتا ہے اس کی بنیاد صرف عرف ہے۔"

③ اس حدیث سے بھی استدلال کیا گیا ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے، جب وہ ایام حج میں حائضہ ہو گئی تھیں، فرمایا تھا:

«فَافْعَلِي مَا يَفْعَلُ الحَاجُّ، غَيْرَ أَنْ لاَ تَطُوفِي بِالْبَيْتِ حَتَّى تَطْهُرِي» [3]

"تم پاک ہونے تک بیت اللہ کے طواف کے سوا وہ سب کچھ کرو جو حاجی کرتے ہیں۔"

اس حدیث سے اس طرح استدلال کیا گیا ہے کہ اعمالِ حج، ذکر، تلبیہ، تلاوت قرآن اور دعا پر مشتمل ہیں

---

۱ صحيح البخاری، فی ترجمة الباب، كتاب الحيض، باب :۷

۲ ریاض الصالحین، حاشیہ بہ تحقیق شیخ البانی، ص:۴۹۵، طبع بیروت

۳ صحيح البخاری، كتاب الحيض، باب تقضى الحائض المناسك كلها إلا الطواف بالبيت:۳۰۵

اور نبی ﷺ نے انہیں بیت اللہ کے طواف کے سوا کسی چیز سے منع نہیں کیا، صرف طواف کو مستثنیٰ کیا اور جب حائضہ کے لیے قرآن پڑھنا جائز ہوا تو جنبی کے لیے بطریق اولیٰ جائز ہو گا کہ عورت کا حدث مرد کے حدث سے زیادہ غلیظ ہے۔

④ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اسی واقعے کو بنیاد بنا کر باب باندھا ہے:

"باب: تقضي الحائض المناسك كلها إلا الطواف بالبيت"

"حائضہ عورت حج کے تمام مناسک ادا کرے، سوائے بیت اللہ کے طواف کے۔"

اس باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ دونوں احادیث کے علاوہ بعض صحابہ و تابعین کے اقوال بھی ذکر کیے ہیں، چنانچہ اس باب کے تحت امام موصوف نے جو اقوال و دلائل نقل کیے ہیں، ان کا ترجمہ یوں ہے:

"ابراہیم (نخعی) نے کہا: حائضہ عورت اگر ایک آیت پڑھ لے تو کوئی حرج نہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جنبی کے قرآن پڑھنے میں کوئی حرج نہیں دیکھا اور نبی ﷺ ہر حالت میں اللہ کا ذکر کرتے تھے۔ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہمیں حکم دیا جاتا تھا کہ حائضہ عورتیں نکل کر (عید گاہوں میں) جائیں، پس وہ مردوں کی تکبیروں کے ساتھ تکبیریں کہیں اور دعا میں شریک ہوں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: مجھے حضرت ابو سفیان نے خبر دی کہ ہرقل (بادشاہ روم) نے نبی ﷺ کا خط منگوایا اور اسے پڑھا، اس میں تھا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ﴿يَا أَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا إِلٰى كَلِمَةٍ﴾ (اس کے بعد وہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ایام حج میں حائضہ ہونے کا اور نبی ﷺ کے فرمان کا ذکر ہے۔)"

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے طرزِ استدلال کو اس طرح واضح کیا گیا ہے، ذیل میں ہم اس کا ترجمہ پیش کرتے ہیں:

"امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مطلب اس باب سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ سے حائضہ اور جنبی کے قرآن پڑھنے کے جواز پر استدلال کرنا ہے، اس لیے کہ نبی ﷺ نے حج کے تمام مناسک میں سے طواف کے سوا کسی چیز کو مستثنیٰ نہیں کیا... اور حج کے اعمال، ذکر، تلبیہ اور دعا پر مشتمل ہیں اور حائضہ کو ان میں سے کسی چیز سے نہیں روکا گیا۔ پس اسی طرح جنبی کا معاملہ ہے، اس لیے کہ عورت کا حدث مرد کے حدث سے زیادہ ناپاک ہے (جب حائضہ عورت قرآن پڑھ سکتی ہے تو جنبی تو بطریق اولیٰ پڑھ سکتا ہے) اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس ضمن میں وارد احادیث میں سے کوئی حدیث صحیح نہیں ہے، اگرچہ اس کی بابت وارد احادیث دوسروں کے نزدیک باہم مل کر

قابل احتجاج بن جاتی ہیں۔ لیکن ان میں اکثر احادیث قابل تاویل ہیں۔''[1]

⑤ حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی 'اعلام الموقعین' میں اس مسئلے پر گفتگو کی ہے۔ ایک تو انہوں نے بھی منع قراءت کی روایت کو ضعیف اور نا قابل اعتبار قرار دیا ہے۔

ثانیاً: قراءتِ قرآن کے جواز کے موقف کو اس طرح واضح کیا ہے:

''اللہ تعالیٰ نے حائضہ عورت کے بارے میں احکام کو دو قسموں میں تقسیم فرمایا ہے۔ احکام کی ایک قسم تو وہ ہے جس کا ازالہ حالت حیض کے بعد حالت طہر میں آسانی سے ممکن ہے تو ایسے احکام حالتِ حیض میں اس کے لیے ضروری قرار نہیں دیے بلکہ اس سے ساقط کر دیے (سقوط کی بھی دو صورتیں ہیں) یا تو مطلقاً ساقط کر دیے، جیسے نماز ہے، حالت حیض میں نماز بالکل معاف کر دی۔ یا حالت طہر میں ان احکام کی قضا (ادائیگی) کا حکم دیا، جیسے روزے ہیں۔ حیض میں تو روزہ رکھنے سے منع کر دیا لیکن بعد میں اس کمی کو پورا کرنے کا حکم دیا۔

اور احکام کی دوسری قسم وہ ہے جس کا بدل بھی ممکن نہیں اور حالت طہر تک اس کا مؤخر کرنا بھی مناسب نہیں سمجھا تو اس کی مشروعیت کو حیض کے باوجود برقرار رکھا، جیسے احرام باندھنا، عرفات میں وقوف کرنا، طواف کے علاوہ دیگر مناسک حج کا ادا کرنا ہے۔ اسی طرح حالت حیض میں اس کے لیے قراءتِ قرآن کا جائز ہونا ہے اس لیے کہ حالت طہر میں اس کا ازالہ بھی ممکن نہیں ہے کیونکہ حیض کی مدت لمبی ہوتی ہے، اس مدت میں قرآن کی تلاوت سے روکنے میں کئی نقصان ہیں، جیسے حفظ قرآن میں خلل وغیرہ۔''[2]

⑥ امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی جواز کے مسلک کی پر زور تائید کی ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''قرآن مجید کا پڑھنا اور اس کی آیت سجدہ پر سجدہ کرنا، قرآن مجید کا چھونا اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا، یہ سارے کام جائز ہیں، چاہے وضو ہو یا نہ ہو اور چاہے جنبی ہو یا حائضہ۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ مذکورہ سارے کام افعال خیر ہیں جو مستحب ہیں اور ان کا کرنے والا اجر کا مستحق ہے، جو شخص اس بات کا دعویٰ کرتا ہے کہ مذکورہ کام بعض حالتوں میں منع ہیں تو اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس کی

---

۱ فتح الباري: ۵۲۹/۱

۲ إعلام الموقعين: ۲۸/۳۔ طبع ۱۹۶۹ء بہ تحقیق عبد الرحمن الوكيل

دلیل پیش کرے۔"

اس کے بعد امام ابن حزم نے ان تمام دلائل کا جائزہ لیا ہے جو مانعین کی طرف سے پیش کیے جاتے ہیں۔ اس اعتبار سے ان کے نزدیک بھی منع کی کوئی صحیح دلیل نہیں ہے۔[1]

⑦ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"جنبی اور حائضہ کا قرآن پڑھنا، اس کے بارے میں علماء کے دو قول ہیں: ایک رائے ہے کہ ان دونوں کے لیے جائز ہے اور یہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا بھی مشہور قول یہی ہے۔ دوسری رائے ہے کہ جنبی کے لیے جائز نہیں ہے اور حائضہ کے لیے جائز ہے۔ اس کے لیے یا تو مطلقاً (یعنی ہر وقت) جائز ہے یا اس وقت جب اسے بھولنے کا خوف ہو اور یہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا مذہب بھی ایک قول کے مطابق یہی ہے، اس لیے کہ حائضہ عورت کے قرآن پڑھنے کی بابت نبی کریم ﷺ سے کوئی چیز ثابت نہیں، سوائے اس حدیث کے جو اسماعیل بن عیاش سے موسیٰ بن عقبہ عن نافع عن ابن عمر کی سند سے مروی ہے کہ "حائضہ اور جنبی قرآن سے کچھ نہ پڑھے۔" اسے ابوداؤد وغیرہ نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث، حدیث کی معرفت رکھنے والوں کے نزدیک بالاتفاق ضعیف ہے اور اسماعیل بن عیاش اہل حجاز سے جو روایت کرتا ہے، وہ سب احادیث ضعیف ہیں، بخلاف ان روایات کے جو وہ اہل شام سے بیان کرتا ہے اور یہ روایت ثقہ راویوں میں سے کوئی بھی نافع سے روایت نہیں کرتا اور یہ معلوم ہے کہ عورتیں نبی ﷺ کے زمانے میں حائضہ ہوتی تھیں اور آپ ﷺ نے ان کو قراءت قرآن سے منع نہیں کیا جیسے آپ نے انہیں ذکر و دعا سے منع نہیں کیا۔ بلکہ حائضہ عورتوں کو آپ ﷺ نے حکم دیا کہ وہ عید کے دن گھروں سے نکلیں اور مسلمانوں کی تکبیرات کے ساتھ وہ بھی تکبیرات پڑھیں اور (اسی طرح) آپ ﷺ نے حائضہ کو حکم دیا کہ وہ بیت اللہ کے طواف کے علاوہ حج کے سارے مناسک ادا کرے، وہ حالت حیض میں ہوتے ہوئے تلبیہ کہے، اسی طرح مزدلفہ اور منیٰ اور ان کے علاوہ دیگر مشاعر میں (حج کے افعال) سر انجام دے۔

اس کے برعکس نبی ﷺ نے جنبی کو حکم نہیں دیا کہ وہ عید میں حاضر ہو اور یہ کہ وہ نماز پڑھے، نہ

---

1 المحلی لابن حزم، مسئلہ نمبر:۱۱۶

اسے حج کے مناسک ادا کرنے کا کہا، اس لیے کہ جنبی آدمی کے لیے یہ ممکن ہے کہ فوری طور پر پاک ہو جائے، پس اس کے ناپاک رہنے کے لیے اس کے پاس کوئی عذر نہیں ہے۔ بہ خلاف حائضہ عورت کے کہ اس کی ناپاکی باقی رہنے والی ہے، اس کے لیے اس کی موجودگی میں پاکیزگی حاصل کرنا ممکن ہی نہیں ہے۔ اسی لیے علماء نے کہا ہے کہ جنبی کو یہ اجازت نہیں ہے کہ وہ پاک ہوئے بغیر عرفہ یا مزدلفہ اور منیٰ میں وقوف کرے، اگرچہ وقوف کے لیے طہارت شرط نہیں ہے لیکن مقصود یہ ہے کہ شارع نے حائضہ کو تو بطورِ وجوب یا بطورِ استحباب اللہ کا ذکر اور اس سے دعا کرنے کا حکم دیا ہے اور جنبی کے لیے ان چیزوں کو مکروہ جانا ہے۔

اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ حائضہ کو جو رخصتیں دی گئی ہیں وہ جنبی آدمی کو نہیں دی گئیں اور اس کی وجہ صرف (وہ قدرتی) عذر ہے (جو عورت کو حاصل ہے) اگرچہ اس کا حدث زیادہ غلیظ ہے۔ اسی طرح قرآن پڑھنے کا مسئلہ ہے، شارع نے حائضہ عورت کو اس سے منع نہیں کیا ہے۔ اگر کہا جائے کہ شارع نے جنبی کو منع کیا ہے (تو اس کی وجہ یہ ہے کہ) جنبی کے لیے تو یہ ممکن ہے کہ وہ پاک ہو جائے اور قرآن پڑھ لے، بخلاف حائضہ عورت کے کہ وہ کئی دن تک اسی حالت پر قائم رہتی ہے، پس وہ (اتنے دنوں تک، اگر قرآن اس کے لیے پڑھنا ممنوع ہو) قرآن پڑھنے سے محروم رہے گی اور یہ اس کے لیے ایسی عبادت سے محرومی ہے جس کی وہ ضرورت مند ہے اور وہ طہارت بھی حاصل کرنے سے عاجز ہے اور قراءت قرآن نماز کی طرح نہیں ہے، اس لیے کہ نماز کے لیے تو شرط ہے کہ حدث اکبر (جنابت و حیض) اور حدث اصغر (عدم وضو) سے پاک ہو۔ اور قرآن کا پڑھنا حدث اصغر (عدم وضو) کے ساتھ جائز ہے۔ یہ نص سے بھی ثابت ہے اور اس پر ائمہ کا اتفاق بھی ہے۔

علاوہ ازیں نماز کے لیے استقبالِ قبلہ، لباس اور نجاست سے پاکیزگی بھی ضروری ہے، جب کہ قراءتِ قرآن کے لیے ان میں سے کوئی چیز بھی ضروری نہیں، بلکہ نبی ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گود میں اپنا سر مبارک رکھ دیا کرتے تھے، جب کہ وہ حائضہ ہوتی تھیں اور یہ بات صحیح حدیث میں بیان ہوئی ہے۔ نیز صحیح مسلم میں ہے، اللہ تعالیٰ نبی ﷺ سے فرماتا ہے:

«وَأَنْزَلْتُ عَلَيْكَ كِتَابًا لَا يَغْسِلُهُ الْمَاءُ، تَقْرَؤُهُ نَائِمًا وَيَقْظَانَ»[1]

---

1 صحیح المسلم، کتاب الجنة وصفة نعیمها وأهلها، باب الصفات التی یعرف بها فی الدنیا...:۲۸۶۵

''میں تجھ پر ایسی کتاب نازل کر رہا ہوں جسے پانی نہیں مٹا سکتا، تو اسے سوتے جاگتے پڑھ سکتا ہے۔''
پس قرآن کا پڑھنا (ہر حالت میں) جائز ہے، انسان کھڑے ہو یا بیٹھا، چل رہا ہو، لیٹا ہو یا سوار ہو۔''[1]

اس دوسرے مسلک کی رو سے، جس کی تفصیل گزشتہ صفحات میں گزری، جنبی اور حائضہ کا قرآن پڑھنا مطلقاً جائز ہے اور اس کی بنیاد دو باتوں پر ہے:

اول یہ کہ ممانعت کی تمام احادیث ضعیف ہیں، وہ قابل حجت نہیں۔

دوم یہ کہ صحیح احادیث کے عموم سے جواز کا اثبات ہوتا ہے۔

تیسرا موقف

تیسرا موقف یہ ہے کہ ایک آدھ آیت پڑھی جاسکتی ہے۔

تبصرہ: لیکن ظاہر بات ہے کہ یہ رائے معقولیت پر مبنی نہیں۔ اگر ممانعت کی صحیح دلیل موجود ہے تو پھر ایک آیت کے بھی پڑھنے کا جواز کس طرح نکل سکتا ہے؟ اور اگر ممانعت کی کوئی واضح دلیل نہیں تو پھر صرف ایک آدھ آیت ہی پڑھنے کی اجازت کیوں؟ پھر جتنا کوئی پڑھنا چاہے کیوں نہیں پڑھ سکتا؟ علاوہ ازیں آیات لمبی بھی ہیں اور چھوٹی بھی، لمبی آیت کی صورت میں صفحہ ڈیڑھ صفحہ بھی پڑھا جاسکتا ہے۔ اس صورت میں کیا قرآن کا اکرام واحترام متاثر نہیں ہوگا۔

چوتھا موقف

اسی طرح یہ موقف بھی کمزور ہے کہ حائضہ قرآن پڑھ سکتی ہے لیکن جنبی نہیں پڑھ سکتا، اس کی دلیل ان کے نزدیک یہ ہے کہ حیض کی مدت طویل ہے، اتنے عرصے تک قرآن نہ پڑھنے میں زیادہ نقصان ہے، جبکہ جنابت کی مدت نہایت قلیل ہے۔ حافظ ابن حزم اس مسلک کی بابت اور اسکی غیر معقولیت کو واضح کرتے ہیں:

''اگر قراءت قرآن حائضہ کے لیے حرام ہے تو اس کی مدت حیض کی طوالت قراءت قرآن کو اس کے لیے حلال نہیں کرسکتی اور اگر اس کے لیے قرآن پڑھنا جائز ہے تو طول مدت سے استدلال کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔''[2]

---

۱ مجموع الفتاوی:۲۱/۴۵۹۔۴۶۲

۲ المحلی:۱/۱۰۴۔ط۱۹۶۷ء۔مکتبۃ الجمہوریۃ العربیۃ، مصر

پانچواں اور راجح مسلک

پانچویں رائے اس مسئلے میں یہ ہے کہ حیض و جنابت کی حالت میں قرآن پڑھنا کراہت تحریمی نہیں، کراہت تنزیہی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ان حالتوں میں قرآن پڑھنے اور چھونے سے اجتناب بہتر ہے۔ تاہم پڑھ اور چھو لیا جائے تو جائز ہے۔ یہ رائے دو لحاظ سے راجح ہے۔

اولاً:... جمہور علماء جو مطلقاً ممانعت کے قائل ہیں، ان کے پاس اپنے موقف کے اثبات کے لیے کوئی صحیح حدیث اور واضح نص نہیں ہے۔ جن احادیث سے استدلال کیا گیا ہے وہ سب ضعیف ہیں اور ایک آدھ حدیث جو صحیح ہے، محتمل المعنی ہے، اس لیے وہ بھی نص صریح یا دلیل قاطع نہیں بن سکتی۔ اسی طرح امام بخاری، امام ابن حزم اور دیگر ائمہ، جو مطلقاً جواز کے قائل ہیں، ان کے پاس بھی کوئی واضح دلیل نہیں ہے، ان کا استدلال صرف عموم الفاظ پر مبنی ہے، اس لیے اس سے مطلقاً جواز کا مفہوم محل نظر ہے۔ کیونکہ عموم کے باوجود حدیث میں ملتا ہے کہ نبی ﷺ نے قضاے حاجت سے فراغت کے بعد جب تک وضو نہیں کر لیا، سلام کا جواب دینا پسند نہیں فرمایا۔[1]

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ "يذكر الله على كل أحيانه" کے عموم کے باوجود نبی ﷺ نے بعض حالتوں میں محتاط رویہ اختیار کیا ہے، اس سے یقیناً کراہتِ تنزیہی کا اثبات ہوتا ہے۔ کیوں کہ کراہت، جواز کے منافی نہیں، چنانچہ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ سنن ابو داؤد کی مذکورہ حدیث کے حوالے سے تحریر کرتے ہیں:

> ''پیشاب سے فراغت کے بعد نبی ﷺ کا سلام کرنے والے کو یہ جواب دینا کہ ''میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ بغیر طہارت کے اللہ کا ذکر کروں۔'' یہ اس بات کی صریح دلیل ہے کہ جنبی کے لیے قراءت قرآن مکروہ ہے، اس لیے کہ حدیث میں یہ بات سلام کا جواب دینے کے ضمن میں آئی ہے جیسا کہ ابو داؤد وغیرہ میں صحیح سند سے مروی ہے۔ پس قرآن تو سلام سے اولیٰ ہے جیسا کہ ظاہر ہے اور کراہت، جواز کے منافی نہیں جیسا کہ معروف ہے، اس لیے اس حدیث صحیح کی وجہ سے کراہت والی رائے کا اختیار کرنا ضروری ہے اور اگر اللہ نے چاہا تو یہ سب اقوال میں سے سب سے زیادہ انصاف پر مبنی رائے ہے۔''[2]

---

1 سنن أبي داؤد، كتاب الطهارة، باب فى الرجل يذكر الله تعالى على غير طهر:۱۷

2 إرواء الغليل:۱/۹۳،۹۲

ثانیاً: آج کل ہر جگہ مدرسۃ البنات (بچیوں کے تعلیمی مدارس) عام ہو گئے ہیں، حفظِ قرآن کے بھی اور دینی علوم کی تدریس کے بھی۔ مطلقاً ممانعت اور عدم جواز کے فتویٰ پر عمل سے ان مدارس میں پڑھنے والی طالبات اور پڑھانے والی استانیوں کو جو مشکلات پیش آسکتی ہیں وہ محتاج وضاحت نہیں۔ یہ فقہی اصطلاح میں گویا عموم بلویٰ کی صورت پیدا ہو گئی ہے جس میں فقہاء جواز کا فتویٰ دیتے ہیں۔

شیخ محمد بن صالح عثیمین رحمۃ اللہ علیہ کی رائے

غالباً اسی لیے عصر حاضر کے بعض ان کبار علماء نے بھی، جو عدم جواز کے قائل ہیں، مدارسِ دینیہ میں زیر تعلیم طالبات اور ان میں پڑھانے والی استانیوں کے لیے جواز کا فتویٰ دیا ہے، چنانچہ شیخ محمد بن صالح عثیمین رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

> ''اس مسئلے میں علماء کا اختلاف جاننے کے بعد یہی بات زیادہ شایان ہے کہ یہ کہا جائے کہ حائضہ کے لیے بہتر یہی ہے کہ وہ قرآن کریم زبان سے نہ پڑھے، سوائے ضرورت و حاجت کے۔ جیسے کوئی استانی (معلم) ہے، اس کے لیے طالبات کو پڑھانا اس کی ضرورت ہے یا امتحان کے موقع پر خود طالبات کو بھی امتحان دینے کے لیے قرآن کریم کا پڑھنا ایک ضرورت ہے یا اور اس قسم کی کوئی ضرورت ہو (تو حائضہ کے لیے قرآن کریم کا پڑھنا جائز ہے۔)''[1]

بنابریں یہ حالات اور ضروریات اس بات کی متقاضی ہیں کہ جواز کے فتویٰ کو تسلیم کیا جائے، بالخصوص جب کہ دلائل کے عموم سے اس کی تائید ہوتی ہے نہ کہ تردید، علاوہ ازیں جب کہ ممانعت کے دلائل بھی صحت و استناد کے اعتبار سے محل نظر ہیں، اس لیے زیادہ سے زیادہ یہ تو کہا جا سکتا ہے کہ حائضہ اور جنبی اگر اجتناب کر سکیں تو بہتر ہے، بہ صورت دیگر جواز سے مفر نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب!

قرآن مجید کو چھونے (ہاتھ لگانے اور ہاتھ سے پکڑنے) کا حکم

گزشتہ دلائل سے واضح ہے کہ مؤمن ہر وقت پاک ہے حتی کہ جنابت کی حالت میں بھی وہ پاک ہی ہوتا ہے۔ بنابریں اس کے لیے ہر وہ کام جائز ہے جس کی ممانعت نہیں آئی ہے۔ مثلاً: نماز کی بابت وضاحت ہے کہ وہ عدم وضو یا حالت جنابت میں نماز نہیں پڑھ سکتا تو نماز پڑھنا اس کے لیے یقیناً ممنوع ہے جب تک کہ وہ وضو یا

1 مجموع فتاوی و رسائل شیخ محمد بن صالح العثیمین :۱۱/۳۱۱

غسل نہ کر لے لیکن قرآن مجید وہ پڑھ سکتا ہے کیوں کہ اس کی ممانعت کی بابت کوئی صریح اور صحیح حدیث ثابت نہیں۔ اسی طرح قرآن مجید کا چھونا یعنی اسے ہاتھ لگانا اور ہاتھ سے پکڑنا بھی جائز ہے، اس کے لیے وضو یا غسل ضروری نہیں، جیسا کہ اکثر علماء غسل کو (جنبی اور حائضہ) کے لیے ضروری قرار دیتے ہیں۔ اس کی دلیل وہ قرآن کی یہ آیت پیش کرتے ہیں: ﴿لَّا يَمَسُّهُۥٓ إِلَّا ٱلۡمُطَهَّرُونَ﴾ (الواقعہ:۷۹)

''اسے پاک لوگ ہی چھوتے ہیں۔''

یعنی آسمانوں پر لوح محفوظ میں صرف فرشتے ہی اسے چھوتے اور وہاں سے نقل کرتے ہیں۔ اس میں شیطان یا اس کے چیلے چانٹوں کا کوئی عمل دخل نہیں ہے، جیسا کہ پہلے اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

بنابریں اس سے یہ استدلال صحیح نہیں کہ جنبی یا حائضہ قرآن مجید کو نہیں چھو سکتے، اس لیے کہ مومن اس حالت میں بھی پاک ہی ہوتا ہے، اسی طرح حدیث: «لا يمس القرآن إلا طاهر»[1]

''قرآن پاک کو پاک شخص ہی چھوئے۔''

بہ شرطِ صحت یہ مطلوبہ مفہوم میں واضح نہیں، اس لیے کہ مومن پاک ہی ہوتا ہے، حدیث میں ہے:

«إن المؤمن لا ينجس»[2] ''مومن ناپاک نہیں ہوتا۔''

﴿إِنَّمَا ٱلۡمُشۡرِكُونَ نَجَسٌ﴾ (التوبہ:۲۸)

''صرف مشرک ہی نجس ہیں۔''

اسی لیے نبی ﷺ نے دشمن (مشرکوں) کی سرزمین پر قرآن ساتھ لے کر جانے سے منع فرمایا ہے تاکہ وہ ان کے ناپاک ہاتھوں سے محفوظ رہے۔ بہر حال اس امر کی بھی واضح دلیل اور نص نہیں کہ جنبی یا حائضہ قرآن کو نہیں چھو سکتے۔ حافظ ابن حزم رحمہ اللہ نے 'المحلی' میں اس پر تفصیلی بحث کی ہے اور مصحف کو چھونے کا اثبات کیا ہے، اسے ملاحظہ فرما لیا جائے۔

☆ جب حائضہ کے لیے قرآن کریم کی تلاوت جائز ہے تو دیگر اوراد و وظائف اور اذکار وغیرہ پڑھنا، احادیث و تفاسیر اور دیگر دینی کتب و رسائل کا مطالعہ کرنا بطریق اولیٰ جائز ہو گا۔

☆ حائضہ عورت مسجد میں داخل ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اس کی بابت علماء کے پانچ قول ہیں۔ اکثر علماء عدم جواز کے قائل ہیں اور بعض علماء جواز کے۔

---

۱ إرواء الغليل، ۱/ ۱۵۸، رقم ۱۲۲

۲ صحيح مسلم، كتاب الحيض، باب الدليل على أن المسلم لا ينجس: ۳۷۱

قائلین جواز کے دلائل

حسبِ ذیل ہیں:

① مومن پاک ہی ہوتا ہے، ناپاک نہیں۔ جب ایسا ہے تو اسے مسجد میں داخل ہونے سے کس طرح روکا جاسکتا ہے؟

② اہل صفہ اور اصحابِ رسول ﷺ، مسجد میں سو بھی جاتے تھے اور نیند کی حالت میں احتلام کا خطرہ رہتا ہے، اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کو مسجد میں سونے سے منع نہیں فرمایا، جس سے جنبی وغیرہ کا مسجد میں دخول کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

③ ازواج مطہرات مسجد نبوی ہی میں اعتکاف بیٹھا کرتی تھیں، وہاں ان کے حائضہ ہونے کا امکان رہتا تھا، اس کے باوجود نبی ﷺ نے ان کو منع نہیں فرمایا۔

④ ممانعت کی حدیث:

«فأني لا أحل المسجد لحائض ولا جنب»[1]

''میں حائضہ اور جنبی کے مسجد میں داخلے کو جائز قرار نہیں دیتا۔''

شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ کے بقول سنداً ضعیف ہے جیسا کہ پہلے بھی تفصیل گزری۔ اس لیے اس سے استدلال نہیں کیا جاسکتا۔

⑤ نماز عید کے اجتماع میں عورتوں کی شرکت کی جس حدیث میں تاکید کی گئی ہے، اس میں ہے:

« وَيَعْتَزِلُ الحُيَّضُ المُصَلَّى »[2] ''حائضہ عورتیں مصلی سے الگ رہیں۔''

ان علماء کے نزدیک یہاں 'مصلی' سے مراد مسجد (جائے نماز) نہیں بلکہ نماز ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ کی نماز عید مسجد میں نہیں بلکہ کھلی فضا میں ہوتی تھی، اس لیے مصلی کو جائے نماز (مسجد) سمجھنا صحیح نہیں، اسی طرح قرآن کی آیت: ﴿ وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرِي سَبِيلٍ ﴾ (النساء:۴۳) میں جنبی کو صرف گزرنے کی اجازت دی گئی ہے ٹھہرنے کی نہیں۔ لیکن یہ حکم جنبی کے لیے ہے، حائضہ کو جنبی پر قیاس نہیں کیا جاسکتا، اس لیے کہ جنبی فوری طور پر پاک ہو سکتا ہے لیکن حائضہ کا پاک ہونا اس کے اختیار میں نہیں ہے۔

---

۱ سنن أبي داؤد، كتاب الطهارة، باب الجنب يدخل المسجد:۲۳۲

۲ صحيح البخاری، كتاب الحيض، باب الشهود الحائض العيدين ودعوة المسلمين:۳۲۴

حائضہ کے لیے طوافِ قدوم، طوافِ افاضہ اور طوافِ وداع کا حکم

(۱) طوافِ قدوم

جو خاتون حج کی تیاری کر چکی ہو لیکن اس کے حیض کے ایام شروع ہو جائیں تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ اگر وہ آٹھ ذوالحجہ سے، جب کہ حج کے ارکان شروع ہوتے ہیں، آٹھ، دس دن پہلے مکہ مکرمہ پہنچ جائے تو وہ جاتے ہی اپنے محرم کے ساتھ طواف قدوم (اور سعی) نہ کرے بلکہ پاک ہونے کا انتظار کرے۔ اور پاک ہونے کے بعد سات ذوالحجہ تک طواف اور سعی اور تقصیر (بال کاٹنے کا کام) کرلے۔ یہ اس کا عمرہ ہو گیا اور اس کا حج، حج تمتع ہو گیا۔ یہ دوسرا طواف، طواف افاضہ، اور سعی اور تقصیر ۱۰ ذوالحجہ کو کرے گی۔

دوسری صورت یہ ہے کہ حائضہ عورت حج کے قریب مکہ پہنچے تو اس حالت میں چونکہ وہ طواف (طواف قدوم) نہیں کر سکتی۔ تو وہ حج تمتع کے بجائے حجِ قِران کی نیت کرلے اور احرام کی حالت میں رہے اور آٹھ ذوالحجہ سے اپنے محرم کے ساتھ حج کے تمام ارکان ادا کرے، اس حالت میں حج کے دیگر سارے ارکان وہ ادا کر سکتی ہے۔ ۱۰ ذوالحجہ کو اگر وہ پاک ہو چکی ہو تو طواف افاضہ اور سعی اور تقصیر کرے۔ اس کے بعد وہ احرام کی پابندیوں سے آزاد ہو جائے گی اور اس کا حج بھی مکمل ہے۔ تاہم یہ حجِ قِران ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ بھی یہی معاملہ پیش آیا تھا، ان کا حج بھی حجِ قِران تھا۔ حج قران ہو یا حج تمتع، دونوں کے لیے قربانی ضروری ہے۔ تاہم حج تمتع میں عمرے کے بعد احرام کی پابندیاں ختم ہو جاتی ہیں اور آٹھ ذوالحجہ سے دوبارہ شروع ہو جاتی ہیں اور حجِ قِران میں احرام کی پابندی طواف افاضہ تک برقرار رہتی ہے۔

(۲) طوافِ افاضہ

یہ دس ذوالحجہ (یوم النحر) کو ہوتا ہے، اسے طوافِ زیارت بھی کہتے ہیں، یہ حج کا ایک رکن ہے جس کے بغیر حج نہیں ہوتا۔ لیکن اگر عورت ۱۰ ذوالحجہ تک پاک نہ ہو تو وہ کیا کرے؟ یہ طواف نہایت ضروری ہے لیکن حیض اس کے کرنے میں مانع ہے۔

جب سفر حجاز کے لیے آنے جانے کی یہ پابندیاں نہیں تھیں جو اب ہیں کہ واپسی کی تاریخیں مقرر ہوتی ہیں اور تنہا عورت اپنے قافلے اور گروپ سے علیحدہ بھی نہیں ہو سکتی، جب ایسی صورت نہیں تھی تو اہل قافلہ رک جایا کرتے تھے اور جب عورت پاک ہو جاتی تو وہ طواف افاضہ کر لیتی تھی اور پھر قافلہ واپسی کے لیے روانہ ہو جاتا۔ اب صورت حال یکسر بدل گئی ہے، اب واپسی میں کسی کا اختیار نہیں ہے اور ایک دن کی تاخیر بھی

بالعموم ممکن نہیں۔اب عورت کیا کرے؟

فقہائے کرام نے اس کے مختلف حل تجویز کیے ہیں لیکن سب میں مشکلات ہیں، جبکہ عورت کا یہ عذر ایسا ہے جو اس کے اختیار میں نہیں ہے اور شریعت نے غیر اختیاری عذر میں سہولتیں دی ہیں، صاحبِ عذر کو مشکل میں نہیں ڈالا ہے۔ جیسے مریض کو اس کی بیماری کی نوعیت کے اعتبار سے سہولتیں دی ہیں، حتی کہ مُضطر اور لاچار کو جان بچانے کے لیے مردار تک کھانے کی اجازت دی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اعلان بھی فرمایا ہے:

﴿وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ﴾ (الحج:۷۸)

''اللہ نے تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔''

﴿لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾ (البقرۃ:۲۸۶)

''اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف (ذمے دار) نہیں بناتا۔''

﴿يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ (البقرۃ:۱۸۵)

''اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے اور تمہارے ساتھ تنگی نہیں چاہتا۔''

جب اللہ تعالیٰ صاحبِ عذر کو آسانی مہیا فرماتا ہے تو حائضہ عورت کو جس کا عذر بھی طبعی اور غیر اختیاری ہے، کس طرح مشکل میں ڈالنا جائز ہوگا، اس لیے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے تلمیذ رشید حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ دونوں نے اس مسئلے پر بڑی تفصیل سے بحثیں کی ہیں اور فقہاء کے تجویز کردہ تمام حلوں کو مزاجِ شریعت کے خلاف قرار دیا اور خود اس کا یہ حل تجویز کیا ہے کہ ''حائضہ عورت، مستحاضہ عورت کی طرح، اچھی طرح لنگوٹ وغیرہ کس لے اور اسی حالت میں طوافِ افاضہ کر لے اور اس پر کوئی دم وغیرہ بھی نہیں ہے۔''[1]

سعودی علماء کا فتویٰ

عصر حاضر کے سعودی علما نے بھی امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے یہی فتویٰ دیا ہے کہ حائضہ عورت (سفر کی موجودہ مشکلات کی وجہ سے) لنگوٹ باندھ کر طواف افاضہ کر لے کیونکہ اس کے لیے قافلے سے الگ ہو کر پاک ہونے تک مکہ مکرمہ میں ٹھہرنا بھی نہایت مشکل ہے اور اپنے ملک واپس جا کر آئندہ سال دوبارہ حج کے لیے آنا بھی یا اپنے ملک میں جا کر طوافِ افاضہ کے انتظار تک حالت احرام میں رہنا بھی نہایت

---

۱ مجموع الفتاوی :۲۶۔۱۷۶۔۲۴۱ إعلام الموقعين لابن القيم: ۳/ ۳۰،۳۸

مشکل ہے۔[1]

(۳) طوافِ وداع

یہ طواف اس وقت کرنے کا حکم ہے جب حاجی مکے سے روانہ ہونے لگے، یہ بالکل آخری وقت میں کرے اور اس کے فوراً بعد مکے سے نکل جائے، مکے میں نہ ٹھہرے۔ اسی لیے جو مکے ہی کے مستقل باشندے ہیں، ان کے لیے یہ طواف ضروری نہیں ہے، یہ صرف ان حجاج کرام کے لیے ہے جو دیگر علاقوں سے صرف حج کے لیے آتے ہیں اور مکے میں ان کا قیام عارضی ہوتا ہے۔ لیکن اگر کوئی عورت طوافِ افاضہ کے بعد حائضہ ہو جائے اور تاریخ روانگی تک وہ پاک نہ ہو تو وہ کیا کرے؟ اس کے لیے حکم یہ ہے کہ اس کے دوسرے ہم سفر یہ طواف کرلیں اور یہ خود یہ طوافِ وداع نہ کرے۔ رسول اللہ ﷺ کے حجۃ الوداع میں ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ یہی معاملہ پیش آیا، عین کوچ والی رات کو ان کے ایام شروع ہو گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا:

«اَحَابِسَتُنَا هِيَ» "کیا وہ ہماری واپسی میں رکاوٹ بنے گی؟"

آپ کو بتلایا گیا کہ انہوں نے طواف افاضہ کرلیا ہے اور اس کے بعد ایام شروع ہوئے ہیں تو آپ نے فرمایا:

«فَلَا إِذًا»[2] "تب کوئی حرج والی بات نہیں۔"

اس سے معلوم ہوا کہ طوافِ وداع کے بغیر حائضہ عورت کا مکہ چھوڑ دینا جائز ہے، ایسی حالت میں اس کے لیے رخصت ہے، اس کا حج مکمل ہے، طوافِ وداع کے لیے اس کا ٹھہرنا ضروری نہیں۔

مانع حیض گولیوں کا استعمال

آج کل حیض کی عارضی بندش کے لیے گولیاں مل جاتی ہیں، ڈاکٹر کے مشورے سے ان کے استعمال کو علماء نے جائز قرار دیا ہے۔ اس لیے اگر ان کے استعمال سے حیض کے آنے کا خطرہ نہ رہے تو پھر پورے سفر حج میں وہ مشکلات پیدا نہ ہوں جو حیض کی وجہ سے طوافِ قدوم اور طوافِ زیارت کے موقع پر ہوتی ہیں۔ یہ گولیاں حیض کی عارضی بندش کے لیے بھی استعمال کی جا سکتی ہیں، اگر کوئی کرنا چاہے۔ واللہ اعلم بالصواب!

---

۱ فتاویٰ ارکان اسلام از شیخ عثیمین: ص ۴۲۸، ۴۲۹۔ فتاویٰ اسلامیہ: ۲/۳۱۷، ۳۱۸۔ مطبوعہ دارالسلام

۲ صحيح البخاري، كتاب الحج، باب إذا حاضت المرأة بعد ما أفاضت: ۱۷۵۷ و ۱۷۷۱

مسلم پبلیکیشنز
MUSLIM PUBLICATIONS

مسلم پبلیکیشنز

خواتین کے مسائل

قرآن وحدیث اور فہم سلف کی روشنی میں

خواتین کے فطری ایام، نفاس، استحاضہ اور عدت کے احکام

فی سینکڑہ 1300 روپے

قیمت 30 روپے

وفات سے تدفین تک (پاکٹ سائز)

صفحات: 64

ابونعمان مولانا بشیر احمد حفظہ اللہ

بیماری، وفات، کفن، جنازہ، دفن، اور بعد کے مراحل کے متعلق شرعی راہ نمائی۔ اختصار اور جامعیت ایک ساتھ۔

قیمت 160 روپے

پریشانیوں سے نجات پائیں

صفحات: 144

حافظ فیض اللہ ناصر حفظہ اللہ

معاشی، معاشرتی، ازدواجی اور عائلی پریشانیوں کا قرآن وسنت کی روشنی میں حل

اسلامی دستور زندگی

اسلامی عقائد اور روزمرہ کے مسائل کا شرعی حل 100 صفحات میں

6۔ فسٹ فلور ہادیہ حلیمہ سنٹر اردو بازار لاہور

0322-4044013 , 0312-4246740
042-3724967٨ , 042-37310022

علوم وفنون، افکار ونظریات اور تنظیموں وتحریکوں کے مرکز 'لاہور' میں عظیم الشان لائبریری

المكتبة الرحمانية

اساتذہ، محققین اور اعلیٰ تعلیم کے طلبہ کی علمی ضروریات کا اہم مرکز ومرجع

خصوصیات

- ہمہ نوعیت کے موضوع پر 45 ہزار علمی و دینی کتابیں
- بین الاقوامی DDC لائبریری سکیم کے تحت مرتب شدہ
- لائبریری میں موجود کتب کو گھر بیٹھے سرچ کرنے کی آن لائن سہولت
- پاکستان میں 900 دینی رسائل وجرائد کے شماروں کا سب سے بڑا مرکز
- فاضل شخصیات اور ماہر لائبریرین کے ذریعے موضوع تک رہنمائی
- قدیم وجدید تحقیقات کے حامل جدید ایڈیشن
- عرب ممالک سے شائع ہونے والی نئی کتب کا مرکز
- فوٹو کاپی کروانے کی سہولت اور مسجد کا انتظام
- پرسکون محل وقوع اور تعلیمی اداروں کے سنگم میں

سہولیات

- ملہ اُردو عربی تفاسیر اور علوم قرآن کی تمام کتب
- حدیث نبوی، شروحِ حدیث اور علوم قرآن کے بیشتر مراجع
- فقہی مذاہب خمسہ کی اُمہات الکتب اور جدید فقہی موضوعات کا ستند ذخیرہ
- اسلامی سیاسیات واقتصادیات اور عمرانیات وغیرہ سے متعلقہ بیش بہا خزانہ
- اسلامی قانون سے متعلقہ جملہ اہم پہلوؤں پر اَسلاف کا نادر علمی ورثہ
- Ph.D وغیرہ محققین کے لیے علمی رہنمائی اور مشاورت

اوقات: صبح 09:00 بجے تا شام 05:00 بجے (چھٹی بروز جمعہ)

ایئر کنڈیشنڈ ہال

مقام: ادارہ 'محدث' 99/ جے ماڈل ٹاؤن، لاہور 042-35866396 لائبریرین: محمد اصغر 0305-4600861

Designing: AK 0321-4966404

www.kitabosunnat.com magazine.mohaddis.com

CPL No. 49
Vol. 49 No. 1 Monthly MUHADDIS Lahore ✆ 35866476 35866396

عناد اور تعصب قوم کے لیے زہرِ ہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں

لیکن تعصّبات سے بالا تر رہ کر اِفہام و تفہیم اُمت کے لیے رحمت کا باعث ہے۔

علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور انکار، انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں

لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دَقیانوس بتانا اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔

غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اَقدار کے منافی ہے

لیکن دینِ اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام نہ دینا حمیتِ دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

تبلیغِ دین اور اشاعتِ اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالحِ دینیہ کے خلاف ہے

لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رَواداری برتنا اور قوانین و مسائلِ اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

آئین و سیاست سے بیگانہ ہو کر عبادت کے لیے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے

لیکن جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اَوصاف میں داخل ہے

لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

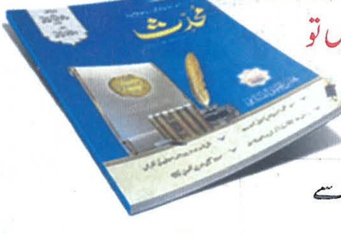

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

ماہنامہ محدث لاہور

کا مطالعہ فرمائیے، آپ اس کو ان جملہ صفات و محاسن سے مزین پائیں گے، اِن شاء اللہ!
کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

- قیمت فی شمارہ ۶۰ روپے
- زرِ سالانہ ۳۰۰ روپے

Designing AK 0321-4966404